سرکاری رپورٹ

چھٹا / بجٹ اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

کی کارروائی

منعقدہ مورخہ ۳۰ جون ۱۹۹۴ء

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
۱۔	آغاز کارروائی تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	۲
۲۔	وقفہ سوالات	۳
۳۔	رخصت کی درخواستیں	۱۰
۴۔	قراردادیں	۱۰
	۱۔ قرارداد نمبر ۲۵ مولانا عبدالباری (منظور)	۱۵
	۲۔ قرارداد نمبر ۲۶ مولانا عبدالواسع (منظور ترمیم کی صورت میں)	
	۳۔ قرارداد نمبر ۲۸ سردار اختر مینگل (منظور)	۱۸
	۴۔ قرارداد نمبر ۳۱ سلیم اکبر بگٹی (منظور)	۲۲
	۵۔ قرارداد نمبر ۴۳ ارجنداس بگٹی (منظور ہوئی)	۳۹

جلد

شمارہ

بلوچستان صوبائی اسمبلی

۱۔ جناب اسپیکر ------ عبدالوحید بلوچ
۲۔ جناب ڈپٹی اسپیکر ----- مسٹر ارجن داس بگٹی

افسران صوبائی اسمبلی

۱۔ سیکریٹری اسمبلی ----- مسٹر اختر حسین خان
۲۔ جوائنٹ سیکریٹری ----- محمد افضل

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا چھٹا بجٹ اجلاس

مورخہ ۳۰ جون ۱۹۹۴ء بمطابق ۱۹ محرم الحرام ۱۴۱۵ ہجری

(بروز پنجشنبہ)

زیر صدارت جناب عبدالوحید بلوچ اسپیکر صوبائی اسمبلی

بوقت تین بج کر پینتیس منٹ (سہ پہر) صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

از

مولانا عبدالرحمن اخوند زادہ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَایُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اکْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا ج رَبَّنَا وَلَاتَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَاتُحَمِّلْنَا مَا لَاطَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ہ

ترجمہ :- اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ ہر ایک پائے گا جو کمائے گا اور بھرے گا جو کرے گا۔ اے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہم سے مواخذہ نہ فرمانا اور اے ہمارے پروردگار! ہمارے اوپر اس طرح کا کوئی بار نہ ڈال جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے ہو گزرے اور اے ہمارے پروردگار! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ لاد

جس کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہمیں معاف کر' ہمیں بخش اور ہم پر رحم فرما' تو ہمارا مولیٰ ہے' پس کافروں کے مقابل میں ہماری مدد کر۔

صدق اللہ العلی عظیم

جناب اسپیکر :- وقفہ سوالات۔ سردار چاکر خان ڈومکی صاحب اپنا سوال نمبر ۱۴۰ دریافت فرمائیں۔ (معزز رکن موجود نہ تھے۔ سردار سترام سنگھ نے نمبر پکارا) (قائد ایوان نواب ذوالفقار علی مگسی صاحب نے جواب پڑھنا شروع کیا)

جناب اسپیکر :- جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ تاہم اگر کوئی ضمنی سوال ہو تو معزز اراکین کر سکتے ہیں۔

جناب اسپیکر :- اگلا سوال نمبر ۱۵۶ مولانا عبدالباری صاحب دریافت فرمائیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر خزانہ) :- جناب اسپیکر! جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟ (جواب پڑھا ہوا تصور کیا گیا)

X ۱۴۲ سردار میر چاکر خان ڈومکی :- (سردار سترام سنگھ نے دریافت کیا)

کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ :-

وزیر صاحبان اپنے محکموں کے سوالوں کا جواب بذات خود کیوں نہیں دیتے۔ عموماً متعلقہ وزراء کے سوالات کے جوابات دوسرے وزیر دیتے ہیں۔ کیا آئندہ کے لئے انہیں پابند کیا جائے گا کہ وہ اپنے محکموں کے سوالات کے جوابات خود دیا کریں؟

نواب ذوالفقار علی مگسی (وزیر اعلیٰ) :- عام طور پر وزراء صاحبان اپنے محکموں کے سوالات کے جوابات خود دیتے ہیں۔ تاہم کسی سرکاری مصروفیات یا ناگزیر وجوہات کی وجہ سے دوسرے وزراء صاحبان سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔

اس لئے تمام وزراء صاحبان کو پابند کیا گیا ہے کہ آئندہ وہ اپنے محکمے کے سوالات کے جوابات خود دیا کریں۔ ان کو مراسلہ بھجوایا گیا ہے اور بذریعہ فون بھی مطلع کیا گیا ہے نقل مراسلہ منسلک ہے۔

No. 2-23/93 Cord: S & GAD ./ 983.1043
Government of Balochistan
Services & General Admn: Department
(Coordination Section)
Dated Quetta the 23rd June 1994.

To,
All the Provincial
Ministers Balochistan ----------

SUBJECT:- ATTENDED THE ASSEMBLY SESSION:

The undersigned is directed to refer to the subject noted above and to convey the following instructions of the Chief Minister Balochistan for your information and necessary action:-

"The Provincial Minister may attend the Assembly session regularly and give reply to the Assembly Questions themselves. In case of absence of any Provincial Minister on account of unavoidable circumstance information to this effect may by conveyed by the concerned Minister in time to the Assembly secretariat so that the changes in the schedule of reply session could be made conveniently by the Provincial Assembly Secretariat accordingly.

Sd/-
(ABDUL KARIM BARYALAI)
DEPUTY SECRETARY
CABINET S & GAD.

No. and dated eve,
A copy is forwarded to:-

1- The Principal secretary to chief Minister Balochistan Quetta.
2- All Administrative secretaries in Balochistan.
3- Private secretary to Chief secretary Balochistan.
4- Private Secretary to secretary S & GAD Balochistan.

Sd/-
(ABDUL KARIM BARYALAI)
DEPUTY SECRETARY
CABINET S & GAD.

X ۱۵۶ مولانا عبدالباری :- کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ
(الف) کیا یہ درست ہے کہ اکتوبر ۹۳ء تا مارچ ۹۴ء مختلف محکمہ جات نے گریڈ ا تا ۲۰ کی ایس این ای (S.N.E) بھیجی ہے۔
(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ ایس این ای (S.N.E) میں سے کس قدر ایس۔ این۔ ای منظور کی گئی ہیں اور کتنی نامنظور۔ نیز زیر غور ایس۔ این۔ ای کی تعداد کی تفصیل بھی دی جائے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر خزانہ) :- یہ درست نہیں کہ صوبائی حکومت مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۹۴ء تا اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی ۲۸ کروڑ روپے مقروض تھی بلکہ ۴۳ کروڑ روپے مقروض تھی۔ جب موجودہ حکومت نے اکتوبر ۱۹۹۳ء میں اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں تو اسے ۱۰۰ کروڑ روپے خسارے کی رقم ورثہ میں ملی تھی۔ جو کہ پچھلی حکومت کے مختلف ترقیاتی وغیرہ ترقیاتی اخراجات کے لئے حاصل کئے تھے جو موجودہ حکومت کی کوششوں سے امسال ۳۰ جون تک قرضہ کی تمام رقم ادا ہو جائیں گی۔ قرض کی مزکورہ رقم پر متعلقہ بنک کو تقریباً ۲۷ لاکھ روپے بطور ادا کئے جا چکے ہیں۔

مولانا عبدالباری :- جناب اسپیکر! یہاں جواب میں لکھا گیا ہے کہ "یہ درست ہے کہ اکتوبر ۱۹۹۳ء تا مارچ ۱۹۹۴ء مختلف محکمہ جات نے گریڈ ایک تا انیس کی ایس۔ این۔ ای محکمہ خزانہ کو بھجوائی تھیں متذکرہ ایس۔ این۔ ای کی مالیت تقریباً ساڑھے چھ کروڑ روپے تھی۔"

جناب اسپیکر! میں اپنے سوال مین تفصیل پوچھی ہے جواب میں تفصیل نہیں دی گئی؟

وزیر خزانہ :- کس کے متعلق تفصیل نہیں دی گئی؟ میں نے تفصیل تو دیدی ہے۔ آپ نے ایس این ای کے بارے میں پوچھا ہے۔ ایس این ای کو شیڈول آف نیو ایکسپینڈیچر کہتے ہیں میں نے بتا دیا ہے کہ ہم اتنا کر رہے ہیں۔ ایس این ای ۱۹۹۴ء-۹۵ء کے بارے میں

بتا دیا ہے ہم نے ایک کروڑ کی تھی ہم نے کٹ لگا کر صرف سترہ لاکھ کیا ہے اور دوسرا ایکسپینڈیچر ۱۹۹۴ء - ۹۵ء میں تیرہ کروڑ روپے کا ہوگا۔

جناب اسپیکر :- سوال نمبر ۱۶۷ مولانا عبدالباری صاحب دریافت فرمائیں۔

وزیر خزانہ :- جناب اسپیکر صاحب! جواب موجود ہے۔ اگر پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟ (جواب پڑھا ہوا تصور کیا گیا)

X ۱۶۷ مولانا عبدالباری :- کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبائی حکومت مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۹۴ء تک اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا ۲۸ کروڑ روپے کا قرضدار تھا۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو یہ قرض کس مقصد کے لئے لیا گیا تھا اور مذکورہ رقم پر صوبائی حکومت کو کس قدر سود ادا کرنا پڑے گا۔

وزیر خزانہ :- یہ درست نہیں کہ صوبائی حکومت مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۹۴ء تا اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی ۲۸ کروڑ روپے مقروض تھی بلکہ ۴۳ کروڑ روپے مقروض تھی۔ جب موجودہ حکومت نے اکتوبر ۱۹۹۳ء میں اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں تو اسے ۱۰۰ کروڑ روپے خسارے کی رقم ورثہ میں ملی تھی۔ جو کہ پچھلی حکومت کے مختلف ترقیاتی وغیرہ ترقیاتی اخراجات کے لئے حاصل کئے تھے جو موجودہ حکومت کی کوششوں سے امسال ۳۰ جون تک قرضہ کی تمام رقم ادا ہوجائیں گی۔ قرض کی مزکورہ رقم پر متعلقہ بناک کو تقریباً ۷۲ لاکھ روپے بطور ادا کئے جاچکے ہیں۔

مولانا عبدالباری :- جناب اسپیکر! یہ بینک سے جو قرضہ لیا گیا ہے۔ تینتالیس کروڑ ہے یہ کن کن مدات کے لئے لیا گیا ہے۔

وزیر خزانہ :- اس کا میں آپ کو بتاتا ہوں جواب میں بتایا گیا ہے یہ بنیادی طور پر

ہمارا ٹوٹل صرف قرض کا نہیں ہے ہمارے قرض کا جتنا اماؤنٹ ہے ہماری جو ریلیز جاتی ہیں۔ اس کی ڈیٹ سروسز نہیں تمام مدات میں ایکسس اماؤنٹ Excess amount

مولانا عبدالباری :- میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ نان فوڈ اکاؤنٹ محکموں نے کتنا دیا ہے۔ نان فوڈ ڈیپارٹمنٹس نے کتنا دیا ہے۔

وزیر خزانہ :- یہ ٹوٹل اماؤنٹ جو فوڈ اکاؤنٹ سے آتا ہے۔ وہ نان فوڈ اکاؤنٹ میں جاتے ہیں۔

جناب اسپیکر :- اگلا سوال نمبر ۱۷۰ مولانا عبدالباری صاحب دریافت فرمائیں۔

مولانا عبدالباری :- جناب اسپیکر! ہمارے وزیر خزانہ صاحب تھک گئے ہیں بجٹ کی وجہ سے ٹھیک ہے۔

وزیر خزانہ :- مہربانی

X ۱۷۰ **مولانا عبدالباری :-** کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ:-

وفاقی حکومت کی جانب سے صوبائی حکومت کو رائلٹی، کیش ڈویلپمنٹ لون، پنشن اور گیس سرچارج کی مد میں ماہانہ یا سہ ماہی کس قدر رقم ملتی ہے نیز آیا گیس سرچارج کی مد میں وفاقی حکومت کے ذمہ کچھ رقم واجب الادا ہے اگر وجب الادا ہے تو کس قدر؟

وزیر خزانہ :- وفاقی حکومت کی جانب سے مختلف مدوں میں ماہانہ ملنے والی رقم کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(الف) گیس سرچارج	۳۴۵.۸۳۳	ملین روپے
(ب) ایکسائز ڈیوٹی	۶۹.۸۹۸	ملین روپے
(ج) رائلٹی	۳۹.۵۶۰	ملین روپے

(د) سی-ڈی-ایل ۷۲.۴۰۰ ملین روپے

(ل) پنشن صوبائی حکومت اپنے ملازمین کو پنشن اپنے وسائل سے ادا کرتی ہے وفاقی حکومت کے ذمے گیس سرچارج کی مد میں کوئی رقم واجب الادا نہیں ہے۔

جناب اسپیکر :- سوال نمبر ۱۷۱ مولانا عبدالباری صاحب دریافت فرمائیں۔

وزیر خزانہ :- جناب اسپیکر! جواب موجود ہے۔ اگر اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

(جواب پڑھا ہوا تصور کیا گیا)

جناب اسپیکر :- سردار چاکر خان ڈومکی صاحب سوال نمبر ۱۵۹ دریافت فرمائیں۔

(معزز رکن موجود نہیں تھے۔ سردار سترام سنگھ نے سوال نمبر پکارا)

جناب اسپیکر :- سردار چاکر خان ڈومکی صاحب سوال نمبر ۱۶۰ دریافت فرمائیں۔

(معزز رکن کی غیر موجودگی میں سردار سترام سنگھ نے سوال نمبر پکارا)

(جواب پڑھا ہوا تصور کیا گیا۔ کوئی ضمنی سوال نہیں تھا)

X ۱۷۱ مولانا عبدالباری :- کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ :-

مالی سال ۹۴-۱۹۹۳ء کے دوران (N.F.C) ایوارڈ کے تحت وفاقی حکومت نے صوبائی حکومت کو کتنی رقم فراہم کی ہے؟ نیز آیا اس رقم میں کچھ کمی ہوئی ہے۔ اگر کمی ہوئی ہے تو کس قدر؟

وزیر خزانہ :- صوبائی حکومت کو وفاقی حکومت کی جانب سے (N.F.C) ایوارڈ کے تحت مالی سال ۹۴-۱۹۹۳ء میں کل رقم ۳۰ء ۹۸۰ کروڑ روپے ملی ہے۔ جس میں کوئی کمی نہیں ہوئی ہے۔

X ۱۵۹ **سردار میر چاکر خان ڈومکی :-** (سردار سترام سنگھ نے دریافت کیا)

کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سب خزانہ آفیسر لہڑی عرصہ دو سال سے تعین ہے لیکن صرف مہینے میں ایک دو روز آیا کرتا ہے اور اکثر ہیڈ کوارٹر سے غیر حاضر رہتا ہے۔

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو ان کے خلاف کوئی محکمانہ کارروائی کی جائے گی یا نہیں؟

وزیر خزانہ :- (الف) یہ درست ہے کہ خزانہ آفیسر لہڑی عرصہ دو سال سے تعین ہے۔ متعلقہ ڈپٹی کمشنر سے اس بارے میں رپورٹ طلب کی گئی۔ رپورٹ کے مطابق یہ درست ہے کہ خزانہ آفیسر لہڑی اپنے ہیڈ کوارٹر سے غائب / غیر حاضر رہتا ہے۔

(ب) مذکورہ اہلکار کے خلاف ایفشنسی اینڈ ڈسپلن رولز کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جارہی ہے۔

X ۱۶۰ **سردار میر چاکر خان ڈومکی :-** (سردار سترام سنگھ نے دریافت کیا)

کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ظہور عباس نامی سب اکاؤنٹنٹ سب خزانہ لہڑی تین سال سے تعین ہے۔ جو کہ ہر ماہ صرف ایک روز کے لئے آخر تنخواہ لے کر واپس چلا جاتا ہے اور باقی عرصہ ڈیوٹی سے غیر حاضر رہتا ہے۔

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس کے خلاف محکمانہ کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ تفصیل دی جائے؟

وزیر خزانہ :- (الف) یہ درست ہے کہ ظہور نامی سب اکاؤنٹنٹ خزانہ لہڑی میں عرصہ تین سال سے تعین ہے۔ اس کی غیر حاضری کے بارے میں متعلقہ ڈپٹی کمشنر سے

رپورٹ طلب کی گئی ہے۔

(ب) مذکورہ اہلکار کے خلاف ایفشینسی اینڈ ڈسپلن رولز کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جارہی ہے۔

رخصت کی درخواستیں

اختر حسین خاں (سیکریٹری اسمبلی) :- جناب عبدالحمید خان صوبائی وزیر نے ذاتی مصروفیات کی بناء پر آج کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر :- سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے؟

(رخصت منظور کی گئی)

اختر حسین خاں (سیکریٹری اسمبلی) :- میر اسرار اللہ زھری - وزیر زراعت کراچی گئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے آج کے اجلاس کے باقی دنوں کے لئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

جناب اسپیکر :- سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے؟

(رخصت منظور کی گئی)

اختر حسین خاں (سیکریٹری اسمبلی) :- وزیر داخلہ نوبزادہ گزین مری صاحب نے علالت کی وجہ سے آج کے لئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

جناب اسپیکر :- سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب اسپیکر :- غیر سرکاری کارروائی مولانا عبدالباری صاحب قرارداد نمبر ۲۵ پیش کریں۔

مولانا عبدالباری :- جناب اسپیکر! میں آپ کی اجازت سے یہ پیش کرتا ہوں کہ

یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ صوبے میں سرکاری مکانوں میں رہائش پذیر سرکاری ملازمین کو ان مکانات کے مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔

جناب اسپیکر :- قرارداد جو پیش کی گئی یہ ہے کہ :-

یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ صوبے میں سرکاری مکانوں میں رہائش پذیر سرکاری ملازمین کو ان مکانات کے مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔

جناب اسپیکر :- آپ اس کی وضاحت کریں گے۔

مولانا عبدالباری :- جناب اسپیکر! جیسا کہ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ پورے ملک میں حکومت کچی آبادیوں کو اور پرانی کنڈم کالونیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دے رہے ہیں۔ اس سے قبل سابق وزیر اعظم پاکستان نے پنجاب کی اکثر کالونیوں کے مالکانہ حقوق دیئے ہیں اور اب پنجاب حکومت بھی مالکانہ دے رہی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ پچھلی اسمبلی میں اسمبلی کے فلور پر اس بارے میں مختلف قراردادیں پیش کی گئی تھیں اور قراردادیں منظور بھی ہوگئی تھیں ۔ جناب اسپیکر! ہماری بلوچستان اسمبلی نے اس سے قبل ۱۹۸۸ء اور ۱۹۹۰ء میں اسی ہی قرار داد منظور کی تھی اور وزیر اعلیٰ صاحب نے اس کا باقاعدہ نوٹیفکشن جاری کردیا تھا یہ مسئلہ بار بار اسمبلی کے فلور پر اور کابینہ کے اجلاسوں میں زیر غور آیا ہے۔ لیکن اسمبلی کے ممبران کو صرف تسلیاں اور زبانی وعدوں سے ورغلایا جاتا ہے۔ جو اس معتزز ایوان کی توہین ہے اس سے ممبران اسمبلی اور ان کالونیوں کے مکینوں کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ جناب اسپیکر! مجھے یاد پڑتا ہے کہ ہمارے بلوچستان کے وزیر اعلیٰ کے معاون خصوصی ھاشمی صاحب نے اسمبلی کے فلور پر جوش خطابت میں آکر فرمایا تھا کہ سرکاری کالونیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق نہ ملنے پر مستعفی ہوجاؤں گا۔ اس سلسلہ میں حکومت فیصلہ کرچکی ہے۔ سعید ھاشمی تو جناب اسپیکر! یہ ان بے چاروں کا حق ہے تو ان کی حق پرسی کی جائے۔

مسٹر سعید احمد ہاشمی (وزیر) :- جناب اسپیکر صاحب! میں مولانا صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے نہ صرف اس اسمبلی کو یاد دھانی کرائی ہے کہ اسمبلی نے ایک قرار داد منظور کی تھی اور بار بار یہ سفارش حکومت سے کی کہ ان کالونیز کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں - یہ بھی درست ہے کہ یہ موضوع ۱۹۸۸ء میں اس کے بعد ۱۹۹۰ء میں اسمبلی میں پیش ہوا - اس کے بعد ۹۱-۶-۲۹ اور ۱۹۹۱-۱۰-۳۱ پر اونشل اسمبلی اس مسئلہ کو زیر غور لائی اور یہ سفارش کی تھی کہ ان کالونیز ڈس انوسٹ disinvest کیا جائے اور یہاں رہائش پذیر سرکاری ملازمین کو ان کے مالکانہ حقوق دیئے جائیں - اور یہ بھی درست ہے کہ میں نے اس فلور پر یہ کہا تھا کہ اگر حکومت بلوچستان نے یعنی کے گورنمنٹ نے ایسا نہ کیا تو میں حکومت سے الگ ہو جاؤں گا - میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں - اس کا جواب دیتے ہوئے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ موجودہ چیف منسٹر نے یہ آرڈر ۱۹۹۴-۳-۱۷ کو کیے تھے - جس میں آپ کی اجازت سے پڑھنا چاہونگا - یہاں پر

جناب اسپیکر :- جی پلیز

(مسٹر سعید احمد ھاشمی نے انگریزی چھٹی ایوان میں پڑھ کر سنائی)

تو یہ آرڈر ایشو ہوئے تھے - ۱۷ مارچ کو اور ۵ مئی ۱۹۹۴ء کو دوبارہ اس سلسلے میں چیف منسٹر ہاؤس سے لیٹر گیا ہے - (مسٹر سعید احمد ہاشمی نے یہ انگریزی چھٹی ایوان میں پڑھی)

Kindly refer to this Secretariat s dated 17th Marach 1947 on the subject and to say that the latest position of the case may please be *initiated* for information of *Chief* Minister Balochistan.

جناب اسپیکر :- جہاں تک چیف منسٹر کا تعلق ہے - چیف منسٹر نے یہ آرڈر کیے تھے - ۱۷ مارچ کو مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے - بیوروکریٹس چینل میں یہ روکے ہوئے ہیں

اور میں امید کرتا ہوں کہ آج جب کہ اس ایوان کو دوبارہ یاددھانی کرائی گئی ہے تو چیف منسٹر صاحب اس کا نوٹس لے کر اس کے عمل درآمد کی یقین دھانی کرائیں گے۔ شکریہ۔

سید شیر جان بلوچ :- جناب اسپیکر! ------

جناب اسپیکر :- جی آپ تشریف رکھیں۔ میر خیال میں محرک نے بھی بات کرلی ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے بھی بات ہوگئی ہے۔

سید شیر جان بلوچ :- جناب والا! میں اس قرار داد میں ایک اور ترمیم لانا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے سن لیا جائے تو میری ترمیم یہ ہے کہ جن صوبائی ملازمین کے پاس گھر نہیں ہیں یا مکان نہیں ہیں اور وہ سرکاری کالونیوں میں نہیں رہ رہے ہیں۔ مرکزی حکومت کی طرح ان کو سبسڈی دے تاکہ وہ کرایے کے مکان حاصل کرسکیں۔ میں صرف اتنی سی ترمیم پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جعفر خان مندوخیل (وزیر خزانہ) :- جناب والا! میں بھی ایک ترمیم لانا چاہتا ہوں کہ وہ اس طرح کہ وہ اس طرح کہ سرکاری ملازمین جن کے لئے مکان نہیں ہیں۔ پیپلز ورکس پروگرام سے ان کے لئے مکان تعمیر کیے جائیں۔ بہتر یہ ہوگا یہ ترمیم بھی شامل کی جائے۔

مولانا عبدالباری :- جناب والا! ان کی ترمیم سے میری قرار داد خراب نہ کریں۔ جناب یہ متضاد ترامیم ہیں۔ جنگ تو دو بڑوں کی ہے۔ ہماری قارر داد ان کی ترامیم سے سے خراب نہ ہوجائے۔

ڈاکٹر کلیم اللہ خان (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی) :- جناب اسپیکر صاحب! جیسا کہ ہمارے ساتھی کہہ رہے ہیں اس میں جو لوگ آکوپنٹس accupants ہیں وہ چند فیصد ہیں اور نوے فیصد لوگ ابھی بھی روڈوں پر پھر رہے ہیں۔ جن کو نہ مکان ملا ہے

اور نہ مکان میں رہنے کی جگہ ۔ آخر ان لوگوں نے کیا کیا ہے ؟ ان کے لئے کیا کمپینشن compensation ہے ؟ ایک آدمی کو تو مکان مل جائے گا ۔ بلکہ وہ رہ رہا ہے اس کا بیٹا رہ رہا ہے اور پھر اس کا بیٹا رہ رہا ہے ۔ بلکہ وہ چالیس چالیس سال سے اس میں رہ رہے ہیں اور جو نوے فیصد ہماری آبادی کی فٹ پاتھ پر پھر رہی ہے ان کے لئے بھی ان مکینوں کی مناسبت سے ان کو بی کمپنسیٹ کیا جائے تاکہ کسی کا گلہ نہ رہے ۔ جیسا کہ فرمایا گیا کہ پیپلز ورکرز پروگرام تو اس میں تقریباً دو ارب روپے آرہے ہیں ۔ یا ڈیڑھ ارب روپے تو کالونیوں کی شکل میں پیپلز پارٹی کا نام بھی یاد رہے گا ۔ اس کا نام چاہے پیپلز کالونی رکھیں ۔ تاکہ ان کا نام بھی یاد رہے اور لوگوں کی خدمت بھی ہو سکے ۔ مہربانی

سید شیر جان بلوچ :- جناب والا ! اس پر غور کریں گے اور کر سکتے ہیں انشاء اللہ مطلب یہ ہے کہ اس کی مخالفت نہ کریں ہم اسے بنا دیں گے ۔

ڈاکٹر کلیم اللہ خان (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی) :- آپ کو دونوں نے اجازت دے دی ہے ؟

جناب اسپیکر :- سوال یہ ہے کہ آیا ------

نواب ذوالفقار علی مگسی (قائد ایوان) :- اسپیکر صاحب ! مجھے اجازت ہے ؟

جناب اسپیکر :- جی پلیز !

نواب ذوالفقار علی مگسی (قائد ایوان) :- جناب والا ! کیونکہ مجھے اس کی کلریفکیشن کرنی ہے ۔ مولانا صاحب کی قرار داد سے پہلے یہ مسئلہ اس اسمبلی میں کئی بار اٹھ بھی چکا ہے ۔ کیبنٹ میں بھی اس پر کافی بحث و مباحثہ ہوا ۔ بیورو کریٹس نے اس کو اپوز opposea بھی کیا ۔ یہ کولونیز لو پیڈ low paid ملازمین کو نہ دی جائیں ۔ لیکن ہم نے

اس کو اور رولز over rule کرکے اس کا فیصلہ بھی کیا اس چیز کا اور جیسا کہ ہاشمی صاحب نے فرمایا کہ اس کے آرڈرز بھی ایشو ہوگئے ہیں۔ اب مجھے سمجھ بھی نہیں آتی ہے کہ جو میں نے آخری لیٹر بھیجا ہے۔ ۴ مئی کو اب مئی کا مہینہ بھی گزر گیا ہے اور جون کا بھی اور ابھی تک یہ مسئلہ ایس اینڈ جی اے ڈی میں روکا پھنسا ہوا ہے۔ ہمارے وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی بھی موجود ہیں میں امید کرتا ہوں کہ وہ فائل جلدی بھیج دیں گے۔ تاکہ اس پر ہم فائنل ڈسیژن deciation ہم لے لیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے کہا کہ نوے فیصد لوپیڈ low paid ملازمین ان کے لئے رہائشی نہیں ہے ان کی تجویز بڑی اچھی ہے۔ جعفر خان کی تجویز بھی بڑی اچھی ہے۔ کہ اس سال کوئی ۶۰ کروڑ کے لگ بھگ پیپلز پروگرام کے لئے پیسے اس صوبے کو ملیں گے۔ اگر ملازمین کے لئے اس پیسے سے جلد کالونیز بن جائیں تو ہمیں اعتراض نہیں ہے۔ اگر شیر جاں صاحب کہتے ہیں کہ ہم پیپلز ورکس پروگرام چھوڑ نہیں رہے۔ یہ قطعاً غلط ہے اور یہ آپ غلط بیانی کر رہے ہیں۔ ہم نے پیپلز پروگرام کو اپوز oppose نہیں کیا ہے۔ ہم نے اس کے طریقہ کار کو اپوز oppose کیا ہے۔ یہ آپ بھی نوٹ کرلیں۔ غریب لوگوں کے لئے استعمال ہو اور ان کے لئے یہاں لیبر کالونیز بنیں۔

جناب اسپیکر :- اب سوال یہ ہے کہ قرارداد کو اصل شکل میں یا شیر جان اور جناب جعفر خان مندوخیل صاحب کی ترمیم کی شکل میں منظور کیا جائے۔

(قرارداد اصل شکل میں منظور کی گئی)

جناب اسپیکر :- مولانا عبدالواسع صاحب اپنی قرارداد نمبر ۲۶ پیش کریں۔

مولانا عبدالواسع :- جناب اسپیکر! آپ کی اجازت سے میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ :-

یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلے کے تحت افغان مہاجرین محکمہ صحت آرگنائزیشن لورالائی

کے پندرہ (۱۵) ملازمین کو متبادل محکموں میں ملازمت دیں یا انہیں فل پنشن دی جائے۔

جناب اسپیکر :- قرارداد جو پیش کی گئی یہ ہے کہ :-

یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلے کے تحت افغان مہاجرین محکمہ صحت آرگنائزیشن لورالائی کے پندرہ (۱۵) ملازمین کو متبادل محکموں میں ملازمت دیں یا انہیں فل پنشن دی جائے۔

جناب اسپیکر :- مولانا واسع صاحب آپ کی اس کی وضاحت کریں۔

مولانا عبدالواسع :- بسم اللہ الرحمان الرحیم آپ کو معلوم ہے کہ افغان مہاجرین کے محکموں کے ختم ہونے کے بعد جو ملازمین وہاں ملازمت کر رہے تھے تو سپریم کورٹ آف پاکستان نے فیصلہ دیا تھا کہ یہاں سے فارغ ہو کر ان کو کسی دوسرے محکموں میں کوئی نہ کوئی روزگار فراہم کیا جائے۔ ان کے کے لئے جگہ اور ملازمت تلاش کی جائے گی۔ لیکن لورالائی کے ۱۵ ملازمین ایسے ہیں کہ ان بے چاروں کو نہ کوئی ملازمت ملی ہے اور نہ ان کو ابھی تک کوئی پنشن کے ذرائع ہیں لہٰذا میں یہ اس معزز ایوان میں گزارش کرتا ہوں کہ اس قرار داد کو پاس کرے اور وفاقی حکومت سے یہ رجوع کرے کہ ان پندرہ ملازمین کو متبادل محکموں میں کوئی جگہ دے یا ان کو پنشن دی جائے۔ والسلام

جناب اسپیکر :- ڈاکٹر کلیم اللہ

ڈاکٹر کلیم اللہ خان (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی) :- جناب اسپیکر صاحب! جس طرح کہ مولانا صاحب کہہ رہے ہیں واقعی افغان مہاجرین کے آنے کے بعد گورنمنٹ نے یہاں بلوچستان کے کئی کے کئی ہزار لوکل لوگوں کو بھرتی کیا۔ وہ دس پندرہ سال سروس رہنے کے بعد اب اکثر کو نکالا جارہا ہے ان لوگوں کو وہ روزگار کے لئے اور ایج overage ہوگئے اور وہ نہ ادھر کے رہے ہیں یا نہیں رہے ہیں تو میرا خیال میں لورالائی کے یہ ملازمین بھی انہیں میں شامل ہیں۔ تاہم ہم نے پہلے بھی یہ سفارش کیا تھا اور پچھلے

اجلاس میں قرار داد پیش کی تھی۔ اور اس کے لئے ابھی تائید کرتے ہیں کہ ایسے لوگ جو دس پندرہ سال اب بے روزگار روڈوں پر پھر رہے ہیں ان کے لئے یا مرکز میں یا جیسے پچھلے دفعہ فیصلہ ہوا تھا کہ بلوچستان کے لوگوں کا جو مرکز کا حصہ میں بنتا ہے وہاں سے پول بنا کر ان نوکریوں میں کھپا دے یا کوئی بھی طریقہ ہو جائے تو یہاں پر بھرتی کیا جائے یا نوکریوں پر لگا دیا جائے۔ آپ کی بڑی مہربانی

جناب اسپیکر :- ڈاکٹر عبدالمالک

ڈاکٹر عبدالمالک (وزیر تعلیم) :- جناب اسپیکر! میں اس قرار داد کی اس ترمیم کے ساتھ کہ یہاں پر بلوچستان کے وہ ملازمین جو افغان رفیوجز میں کام کر رہے تھے ان کو نکالا جا رہا ہے ان سب کو اکاموڈیٹ کیا جائے۔

سردار ثناء اللہ زھری (وزیر بلدیات) :- جناب والا! میں بھی اس قرار داد کی حمایت کرتا ہوں اور اپنی پارٹی کی طرف سے حمایت کرتا ہوں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر خزانہ) :- جناب اسپیکر! میں اپنی طرف سے اور اپنی جماعت کی طرف سے اس قرار داد کی حمائیت کرتا ہوں کہ وفاقی حکومت کس بھی طرح سے ان کو اکاموڈیٹ کرے نہ یہ کہ نہ صرف پندرہ آدمی بلکہ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے کہا اس آرگنائیزیشن میں جتنے بھی ملازمین ہیں سب کو وفاقی حکومت اس کو اکاموڈیٹ کرے۔

جناب اسپیکر :- مسٹر عبید اللہ بابت۔

مسٹر عبید اللہ بابت (وزیر) :- جناب اسپیکر! میں مولانا واسع صاحب کا شکریہ ادا کرات ہوں کہ میں اس قرار داد کی حمایت کرتا ہوں۔ لورالائی چونکہ میرا حلقہ بھی ہے۔ میں اس کی حمایت کرتا ہوں۔

مسٹر ارجن داس بگٹی :- جناب اسپیکر! آنریبل مولانا عبدالواسع صاحب کی یہ

قرارداد حقائق پر مبنی ہے اس کی حمائیت کرتے ہوئے ہم میں اور اپنی پارٹی کی جانب سے یہ گزارش کرونگا کہ جتنے بھی ملازمین ہیں جن کے ساتھ کوئی بھی حق تلفی ہورہی ہے تو وہ ملازمین بھی ہمارے صوبے کے ہیں ہمارے بھائی ہیں ساتھی ہیں ان کی پوری پوری حمائیت اور مدد کرنی چاہیے۔

جناب اسپیکر :- سردار اختر مینگل۔

سردار اختر مینگل :- جناب والا! مولانا عبدالواسع صاحب کی جو یہ قرارداد ہے اس ترمیم کے ساتھ جو ہمارے معزز دوست ڈاکٹر عبدالمالک صاحب نے پیش کی ہے - ١٥ ملازمین کے علاوہ جو بھی دیگر ملازمین ہیں اس ترمیم کے ساتھ اس قرارداد کی حمائت کرتا ہوں

-

جناب اسپیکر :- سوال یہ ہے کہ قرارداد کو اصل شکل میں یا ترمیم شدہ صورت میں منظور کیا جائے۔

جناب اسپیکر :- قرارداد کو ترمیم شدہ صورت میں منظور کیا گیا۔

(قرارداد ترمیم شدہ شکل میں منظور کی گئی)

جناب اسپیکر :- قرارداد نمبر ٢٨ محمد اختر مینگل صاحب پیش کریں۔

سردار محمد اختر مینگل :- جناب اسپیکر! آپ کی اجازت سے میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ :-

اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی اسمبلی پنجاب، صوبائی اسمبلی سندھ اور سینٹ آف پاکستان کی طرح بلوچستان صوبائی اسمبلی بھی کامن ویلتھ پارلیمنٹری ایسوسی ایشن (پارلیمانی ایسوسی ایشن دولت مشترکہ) کی رکنیت حاصل کرنے کی غرض سے ضروری اقدام کرے۔

اس ایسوسی ایشن کی رکنیت سے دوسرے صوبائی اسمبلیوں کی طرح بلوچستان صوبائی

اسمبلی کو بھی پارلیمانی شعبہ میں بہت مفید معلومات حاصل ہونگی اور اسمبلی کے معزز ممبران کو اس کے اجلاسوں میں شرکت کرنے کا موقع ملے گا۔ جن میں وہ اپنے ملک کے نہ صرف پارلیمانی مسائل بلکہ دوسرے مسائل بھی پیش کر سکیں گے۔

جناب اسپیکر :- قرارداد جو پیش کی گئی یہ ہے کہ :-

اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی اسمبلی پنجاب، صوبائی اسمبلی سندھ اوف سینٹ آف پاکستان کی طرح بلوچستان صوبائی اسمبلی بھی کامن ویلتھ پارلیمینٹری ایسوسی ایشن (پارلیمانی ایسوسی ایشن دولت مشترکہ) کی رکنیت حاصل کرنے کی غرض سے ضروری اقدام کرے۔

اس ایسوسی ایشن کی رکنیت سے دوسرے صوبائی اسمبلیوں کی طرح بلوچستان صوبائی اسمبلی کو بھی پارلیمانی شعبہ میں بہت مفید معلومات حاصل ہونگی اور اسمبلی کے معزز ممبران کو اس کے اجلاسوں میں شرکت کرنے کا موقع ملے گا۔ جن میں وہ اپنے ملک کے نہ صرف پارلیمانی مسائل بلکہ دوسرے مسائل بھی پیش کر سکیں گے۔

جناب اسپیکر :- سردار اختر مینگل صاحب اس کی وضاحت کریں۔

سردار محمد اختر مینگل :- جناب اسپیکر! جیسا کہ میں نے اپنی قرارداد میں عرض کیا ہے جیسا کہ سی پی اے میں پنجاب اور سندھ اسمبلی کی طرح شمولیت اختیار کرے نہ صرف پارلیمانی امور بلکہ سیاسی اور اقتصادی امور میں بھی بین الاقوامی سطح پر دولت مشترکہ کے ممبروں کے ساتھ آپس میں اٹھنا بیٹھنا رابط رہے گا اس سے ایک دوسرے کے فیصلوں سے تجربات سے فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے اور ہمارے ممبروں کو یہ موقع مل سکے گا اور سی پی اے کی میٹنگ جو مختلف ممالک میں بلائی جاتی ہے ان میں شرکت کا موقع مل سکتا ہے۔ ایک دوسرے کے مسائل کو سمجھنے کے لئے ان کے ساتھ مل کر کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ پارلیمانی وفود کے آنے جانے سے معلومات میں اضافہ بھی ہوگا ان معلومات کی طرف میں نہیں جاؤں گا جو قومی اسمبلی میں یا پنجاب اسمبلی میں ہورہی ہیں ان سے ہٹ کر سی پی اے کی جو اعلیٰ روائتیں ہیں

جو معلومات ہیں اس سلسلے میں میں نے یہ قرارداد پیش کی ہے کیونکہ یہ قرارداد صوبائی اسمبلی سے منظور نہ کی جائے۔ وہ اس سی پی اے کی ممبر نہیں بن سکتی ہے اس لئے یہ قرارداد پیش کی گئی ہے۔

جناب اسپیکر :- ٹریژری بینچز؟

ڈاکٹر کلیم اللہ خان (وزیر قانون و پارلیمانی امور) :- جناب اسپیکر صاحب! آج اپوزیشن کے لوگ ایسی قرارداد پیش کر رہے ہیں اس قرارداد سے ہم خرما ہم ثواب والا مسئلہ تو یہ اب میرے خیال میں کہ اچھی بات ہے اس کی ہم تائید کرتے ہیں کہ باقی بیرونی دنیا سے ہمارا رابطہ رہے گا اور ان سے مختلف معلومات سے استفادہ کر سکیں گے۔ اور پھر یہ آپ ہوں گے تو انشاء اللہ تعالٰی بعد میں یہ منظور ہو جائے پھر وفد بھیجا کریں یا ہم آپ کے ساتھ بیٹھیں گے پھر چلیں گے انشاء اللہ۔ یہ اچھی قرارداد ہے۔ مہربانی۔

سید شیر جان بلوچ :- جناب اسپیکر صاحب! اس کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا ہے اس لئے اس کو منظور کیا جائے۔

جناب اسپیکر :- ارجن داس بگٹی صاحب۔

مسٹر عبید اللہ بابت (وزیر جیل خانہ جات) :- وہ اکیلے لاتے ہیں ہم منظور کرتے ہیں۔

مسٹر ارجن داس بگٹی (ڈپٹی اسپیکر) :- جناب اسپیکر صاحب! جناب سردار صاحب اختر مینگل صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے جیسا کہ ہمارے باقی ساتھیوں نے ان کی تائید میں بات کی ہے ہم بھی کوئی اچھی تجویز ہو کوئی بھی اچھی اس قسم کی بات اس معزز ایوان میں آئے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم بھی اس کی پوری حمایت کرتے ہوئے یہ واضح کرتے ہیں کہ خدا کرے کہ ہم ہمارا صوبہ اور ہمارے صوبے کے پچھتر لاکھ کے آنر ایبل آگسٹ ہاؤس

کے آنرایبل ممبران پارلیمانی اصولوں سے ہم بہت اچھے طریقے سے بہرہور ہوں اور تمام جمہوریت کے جتنی بھی اعلیٰ ویلیوز values ہیں ان کو خدا کرے کہ ان کی پاسبانی کر سکیں۔ بہرحال اس قرارداد کی پوری پوری حمائیت کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر :- سوال یہ ہے کہ آیا قرارداد کو منظور کیا جائے؟

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب ظہور حسین کھوسہ صاحب مشترکہ قرارداد نمبر ۳۱ پیش کریں جو نوابزادہ سلیم اکبر بگٹی اور مسٹر شوکت ناز مسیح کی طرف سے ہے۔ کوئی بھی رکن پیش کرے۔

نوابزادہ سلیم اکبر بگٹی :- جناب اسپیکر! آپ کی اجازت سے میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ :-

یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ پیپلزورکس پروگرام کے سلسلے میں صوبہ بلوچستان میں ترقیاتی کام کرائے جائیں ان کی نگرانی صوبہ بلوچستان کے منتخب نمائندوں قومی اور صوبائی اسمبلی کے اراکین اور سینٹ کے اراکن کو دی جائیں نیز پیپلزورکس پروگرام کے فنڈز کی بھی صورت میں غیر منتخب نمائندوں یا غیر متعلقہ افراد کو نہ دیئے جائیں کیونکہ اس بے ضابطگیوں سے عوام کا اعتماد مجروح ہوتا ہے اور صوبہ بلوچستان کے عوام اس طرح کے فیصلے قبول نہیں کریں گے۔

جناب اسپیکر :- قرارداد جو پیش کی گئی یہ ہے کہ :-

یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ پیپلزورکس پروگرام کے سلسلے میں صوبہ بلوچستان میں ترقیاتی کام کرائے جائیں ان کی نگرانی صوبہ بلوچستان کے منتخب نمائندوں قومی اور صوبائی اسمبلی کے اراکین اور سینٹ کے اراکن کو دی جائیں نیز پیپلزورکس پروگرام کے فنڈز کی بھی صورت میں غیر منتخب نمائندوں یا غیر متعلقہ افراد کو نہ دیئے جائیں کیونکہ اس بے ضابطگیوں سے عوام کا اعتماد مجروح ہوتا ہے اور صوبہ بلوچستان کے عوام اس طرح کے

فیصلے قبول نہیں کریں گے۔

اس کی ایڈمیزابلیٹی admisability پر نواب صاحب آپ بات کریں۔

نوابزادہ سلیم اکبر بگٹی :- جناب اسپیکر! پیپلز ورکس پروگرام پر اگر منتخب نمائندوں کے ذریعے عمل ہو تو میں یہ کہوں گا کہ یہ پروگرام واقعی صوبہ کے عوام کے مفاد میں ہے دراصل ہمیں اگر اختلاف ہے تو وہ صرف اس پروگرام کے طریقہ کار سے ہے اور وفاقی حکومت چاہتی ہے کہ وہ ایک تیر سے دو شکار کرے یعنی اپنے جیالوں کو بھی خوش رکھے اور عوام کو یہ تاثر دے کہ وفاقی حکومت ان کے مسائل پیپلز ورکس پروگرام کے ذریعے حل کرنا چاہتی ہے جبکہ ہمارے نزدیک یہ تاثر سراسر غلط ہے ان کا اصل مقصد پیپلز پارٹی کے جیالوں کو خوش رکھنا ہے۔ مسٹر اسپیکر! جمہوری وطن پارٹی چاہتی ہے کہ اس پروگرام پر عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے عمل کیا جائے۔ اس سے فنڈز میں خورد برد بھی نہیں ہوگی اور اسکیموں پر کام احسن طریقے سے عمل درآمد کرایا تو یاد رکھیں اس سے صوبہ بھر میں امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوگا مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی معزز رکن اپنے علاقے میں کسی غیر منتخب افراد کو کام کرنے کے لئے نہیں چھوڑے گا۔ میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ۱۹۸۸ء میں بھی پیپلز پارٹی نے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سرتوڑ کوشش کی تھی مگر اس وقت کی حکومت نے ایسا کرنے نہیں دیا اب پیپلز پارٹی پھر اپنی من مانی سے یہ پروگرام شروع کرنا چاہتی ہے۔ میں اپنے معزز ارکان اسمبلی سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ میرے اس قرارداد کے حق میں اپنا فیصلہ دیں گے۔ مسٹر اسپیکر! میں وزیر اعلیٰ کے منگل کے دن کے بیان کے حوالے سے یہ کہوں گا کہ پیپلز پارٹی واقعی ان کی حکومت کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش کر رہی ہے اب پیپلز ورکس پروگرام جو اپنے جیالوں کے ذریعے شروع کروانا چاہتی ہے یہ اس سلسلے کی ایک کڑی ہے اور پہلا قدم ہے میں قائد ایوان سے یہ کہوں گا کہ وہ اس پروگرام پر عملدرآمد صرف منتخب نمائندوں کے ذریعے کرا کر بلوچستان کے عوام کو اس مصیبت سے نجات دلائیں مجھے امید ہے کہ میری قرارداد کو بلوچستان کے حالات کے حوالے سے اپوزیشن کے ساتھ ساتھ حکومتی ارکان اس کے

حق میں اپنا فیصلہ دیں گے۔ شکریہ

جناب اسپیکر :- شیر جان بلوچ صاحب

شیر جان بلوچ :- جناب اسپیکر صاحب! یہ قرارداد جو پیپلزورکس پروگرام کے تحت یہاں پر پیش کی گئی ہے جس طرح ہمارے معزز رکن نے کہا کہ پیپلزورکس پروگرام کو ۱۹۸۸ء میں بھی صوبائی گورنمنٹ نے عمل کرنے نہیں دیا گیا میں سمجھتا ہوں اس وقت بھی ایک کثیر رقم سے جو پیپلزورکس پروگرام کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچنے سے یہ صوبہ محروم رہا آج بھی اسی طرز عمل کو اپناتے ہوئے یہاں پر آج یہ قرارداد پیش کیا گیا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ پیپلزورکس پروگرام کے بہت سے نقطوں پر یا بہت سے یا کچھ طریقہ کار پر صوبائی حکومت کو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ایسے بہت سے ادارے ہیں جن کو غیر ملکی امدادیں ملتی ہیں وہ اسی طرح سے ان کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے ہیں مثلاً واسا ہے یا ورلڈ بینک کے تھرو through ہمیں جو پیسے ملتے ہیں ان میں کونسا عوامی نمائندہ یا اسمبلی کا پورا فلور بیٹھ کر فیصلہ کرتا ہے کہ جی ورلڈ بینک کے یہ پیسے فلانے پروگرام پر خرچ ہو جائیں دوسری فشریز کا میں مثال دیتا ہوں۔ گزشتہ ادوار حکومت میں تو جاپان کی طرف سے ہمیں امداد ملے وہاں پر بیوروکریسی اور وہاں کا ایک نمائندہ بیٹھ کر سارے جال اور مشینوں کو وہاں پر تقسیم کرتا تھا کوئی وہاں کا نمائندہ وہاں Representative وہاں Elected یہ شامل نہیں تھا اسی طرح سے پیپلزورکس پروگرام کے تحت جو فنڈز یہاں پر ریلیز ہوتے ہیں وہ ایک محکمہ کو دیئے جاتے ہیں باقاعدہ پی ڈبلیو ڈی کے تحت جس میں ان کے انجینئر ایکسپرٹ ہوتے ہیں جو پروگرام وہ دیتے ہیں وہ جا کر اس کی فیزابلٹی Feasability دیکھتے ہیں اور یہ حق صوبائی حکومت کو بھی دینا چاہئے میں اس کی حمایت کرتا ہوں کہ ان کے بھی ماہرین اس پروجیکٹ کو دیکھیں کہ آیا یہ غلط ہو رہا ہے یا صحیح ہو رہا ہے لیکن یہ بات کہ پیپلز پروگرام کو ہونے ہی نہیں دیں گے یا پیپلزورکس پروگرام کے پیسوں کو استعمال ہی نہیں ہونے دیں گے میرے خیال میں یہ سراسر نہ صرف ہمارے بلکہ ہمارے صوبہ جو انتہائی پسماندہ ہے

اس کے ساتھ زیادتی ہوگی میں اس کی بھرپور مخالفت کرتا ہوں۔ مہربانی۔

جناب اسپیکر :- ظہور حسین کھوسہ صاحب۔

مسٹر ظہور حسین کھوسہ :- جناب اسپیکر! ہمیں پیپلز ورکس پروگرام سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن اس کے طریقہ کار سے اختلاف ہے۔ کیونکہ عوامی نمائندوں کو اس کا کام کرنا چاہئے۔ ایم پی اے ہو ایم این اے ہو سینیٹر ہو کیونکہ پچھلی دفعہ ۱۹۸۸ء کے واقعے نے ثابت کرکے دکھایا کہ پیپلز ورکس پروگرام جو ہوا وہ سائیکلوں کی صورت میں ہوا موٹر سائیکلوں کی صورت میں ہوا سلائی مشینوں کی صورت میں ہوا جو کہ سارا کا سارا تقریباً ڈیرہ غازی خان اور دوسرے شہروں میں بیچ دیئے گئے۔ اصل کام تو اس طرح ہوتا ہے کہ Spot On the ہو جیسا کہ واٹر سپلائی ہے بجلی ہے اس طرح کے کام تو ہوئے نہیں یہ سارے اس لئے اپنے ورکروں کو نوازنے کے لئے ایک پروگرام ہے جو کہ ایک صوبائی خود مختاری میں تو سمجھتا ہوں کہ مداخلت ہے ایک حکومت موجود ہے ایک متوازی حکومت بنانے کی کوشش ہے۔ ایک حکومت موجود ہے اور ایک متوازی حکومت بنانے کی کوشش کی جاری ہے تو ہم اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ سابقہ دور حکومت میں ہم نواز شریف حکومت کے مخالف تھے اب بھی مخالف ہیں انھوں نے اپنے دور میں تعمیر وطن پروگرام شروع کیا۔ لیکن اس نے اس پروگرام کو ورکروں کے ذریعے عملی جامہ نہیں پہنایا بلکہ نو منتخب نمائندوں کے ذریعے اس پر عمل درآمد کرایا۔ ہم اس قرار داد کے توسط سے مرکزی حکومت سے عرض کرتے ہیں کہ پیپلز ورکس پروگرام کو نو منتخب نمائندوں کے ذریعے چلائیں۔ ورنہ اس سے لڑائی جھگڑے کا خطرہ ہوگا کیونکہ پیپلز پارٹی ایسے لوگوں کو ایڈمنسٹریٹر بنائے ہیں جو تین تین مرتبہ الیکشن ہار چکے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی ضمانتیں ضبط ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی ایڈمنسٹریٹر بنا رہے ہیں جو انتہائی دکھ کی بات ہے۔ کیونکہ ان ایڈمنسٹریٹروں کو عوام کی تائید حاصل نہیں۔ شکریہ

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر خزانہ) :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب اسپیکر! شکریہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا میں اس مشترکہ قرارداد کی جو سلیم اکبر بگٹی صاحب' میر ظہور حسین خان کھوسہ اور شوکت ناز صاحب نے پیش کی ہے میں اس کی حمائیت کرتا ہوں اور اس حوالے سے پیپلزورکس پروگرام میں جو خدشات ظاہر کیے گئے ہیں وہ حقائق پر مبنی ہیں۔ بعض سرکل عوام کو یہ محسوس کرا رہے ہیں کہ صوبائی حکومت پیپلز ورکس پروگرام کو نہیں چھوڑتا۔ ہم اس پروگرام کے قطعاً مخالف نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ساٹھ کروڑ کے بجائے مرکزی حکومت یہاں صوبے میں ساٹھ ارب خرچ کریں لیکن صوبائی گورنمنٹ کو اعتماد میں لیں یہ کونسا طریقہ ہے کہ پارٹی ورکرز کو پیسے دیکر نوازا جاتا ہے یہ پیسے تو عوام کے ہیں اور عوام ہی سے ٹیکسوں کے ذریعے وصول کی جاتی ہے۔

پچھلے دنوں کی بات ہے مجھے مردانزئی صاحب نے بتایا کہ ژوب میں لوگوں کو پی پی کا کارڈ دینا بند کردیا۔ بقول ان کے جتنے بھی زیادہ کارڈ جاری ہونگے اتنے ہی زیادہ حق دار بنیں گے اور پارٹی کے پرانے ورکروں کی حق تلفی ہوگی۔ معزز رکن اسمبلی میں بیٹھا ہے یہ فریش fresh واقعہ ہے۔ لیکن یہ لوگ کہہ رہے کہ یہ عوام کے پیسے ہیں اور عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کیے جارہے ہیں۔ ٹھیک میں مانتا ہوں کہ پیپلزپارٹی کا ورکر بھی عوام میں سے ہیں لیکن دوسرے عوام نے کیا قصور کیا ہے ڈسکریشن تو نہیں ہونا چاہئے صوبائی حکومت کو اعتماد میں لینا چاہئے۔ کیونکہ اس طرح سے ایک پیرلل parallel گورنمنٹ قائم ہوگی۔ یہ کس آئین کے تحت یہ سب کچھ کررہے ہیں۔ صوبائی خودمختاری بھی کچھ ہوتی ہے میں کہتا ہوں کہ ہمارے اپوزیشن کے ساتھی ہیں کل اسی بات کو ستے تھے کہ صوبائی خودمختیاری آج ایک نوالہ ان کی منہ میں آگیا وہ صوبائی خودمختیاری بھی بھول گئے۔ بلوچستان اور اس کے عوام کو بھی بھول گئے۔ ہم کہتے ہیں اس کے لئے کوئی طریقہ کار ہونا چاہئے۔ میرے پیپلزپارٹی کے ایک دوست نے کہا کہ عالمی اداروں کے بہت سے فنڈ آتے ہیں ورلڈ بینک وغیرہ۔ میں اس کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ پیسے متعلقہ محکموں کو ملتے ہیں اور محکمے وہ پیسے خرچ کرتے ہیں۔ کوئی بھی عالمی ادارہ اس طرح فنڈ نہیں دیتا کہ پیپلزپارٹی نے اپنایا ہے۔ مسلم لیگ کا ہوتا تو بھی میں اس

کی مخالفت کرتا کیونکہ عوامی نمائندے موجود ہے ۔ صوبائی حکومت موجود ہے ۔ ان سب کو بائی پاس کر کے پیپلزپارٹی کے ورکروں کا ایک بورڈ بنایا گیا ہے اور ان کو پیسے تقسیم کیے جا رہے ہیں یہ پیسے عوام کے ہیں اور خصوصاً بلوچستان کے کیونکہ بلوچستان کے بجٹ سے اکاون کروڑ روپے (سی ڈی ایل) کاٹا گیا ہے اور اسی رقم سے پیپلز روکس پروگرام چلایا جا رہا ہے ۔ ایک ہاتھ سے لے کر دوسرے ہاتھ سے پیسے تقسیم کیے جا رہے ہیں ۔

ہم فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ کسی بھی صورت میں محاذ آرائی نہیں کرنا چاہتے بلکہ ہماری حکومت کی شروع سے یہ پالیسی رہی ہیں کہ ہر جگہ ان کے ساتھ گفت و شنید کر کے کمپرومائز کے ساتھ گورنمنٹ چلائیں ۔ بشرطیکہ اس ایوان کو اور صوبائی حکومت کو اعتماد میں لے کر یہ کارروائی آگے چلے ۔ انشاء اللہ اس سے نہ پیپلزورکس پروگرام پر فرق آئے گا اور عوام کے لیے جو پیسے مختص ہوئے ہیں ۔ عوام کی فلاح و بہبود پر صحیح معنوں میں خرچ ہونگے میں اس قرار داد کی مکمل حمایت کرتا ہوں ۔

جناب اسپیکر :- ایوب بلیدی صاحب ۔

محمد ایوب بلیدی (وزیر مال) :- جناب اسپیکر! جیسا کہ بلوچستان گورنمنٹ نے فیصلہ کیا ہے اور اپوزیشن کو برابری کی بنیاد پر (ایم پی اے) فنڈ دے رہے ہیں ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ان کا حق ہے ۔ کیونکہ وہ عوام کے منتخب نمائندے ہیں تو فیڈرل گورنمنٹ کو چاہیے کہ وہ بھی منتخب نمائندوں کے ذریعے پیپلزورکس پروگرام کے پیسے خرچ کریں ۔ اگر وہ یہ رقم اپنے ورکروں کے ذریعے خرچ کریں گے تو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ یہاں ایک متوازی حکومت بنانا چاہتے ہیں ۔ جبکہ یہاں پہلے سے ایک منتخب حکومت قائم ہے اور ہم اس متوازی حکومت کو ہرگز قبول نہیں کریں گے ۔ اس سے قبل جب پیپلزپارٹی حکومت ۱۹۸۸ء بنی تو اس وقت بھی اس کا طریقہ کار یہی تھا اور ہم نے اس طریقہ کار سے اختلاف رکھا ۔ اس وقت متحدہ اپوزیشن کے دوست اختر جان یا علماء صاحبان نے اس کی مخالفت کی اور اس طریقہ کار کو رد کیا ۔ ان کی

تقاریر اسمبلی کے ریکارڈ پر موجود ہے۔ لیکن اس مسئلے پر آج قرارداد آیا تو اختر جان ہاؤس سے نکل گئے۔ میرے خیال میں یہ جمہوریت پسندی نہیں۔ کہاں گئی ان کی اصول پسندی۔ ویسے تو کوئی مسئلہ آتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں جمہوریت پسند ہوں اصول پسند ہوں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ صوبائی خود مختاری میں ایک قسم کی مداخلت ہے۔ ہم نے پیپلز ورکس پروگرام کے طریقہ کار سے اختلاف رکھا ہے۔ ہم چاہتے ہیں اس پروگرام پر منتخب نمائندوں کے ذریعے عملدرآمد ہو۔ شکریہ

جناب اسپیکر :- حاجی محمد شاہ مردانزئی صاحب۔

حاجی محمد شاہ مردانزئی (وزیر اوقاف و زکوۃ) :- جناب اسپیکر! میں پیپلز ورکس پروگرام کی مخالفت نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے طریقے کار سے اختلاف رکھتا ہوں۔ کیونکہ یہ کسی پارٹی کی اپنی ذاتی پیسے نہیں بلکہ عوام کے پیسے ہیں جو ان سے ٹیکسوں کی شکل میں وصول کی جاتی ہے اور اس کو عوام کے فلاح و بہبود پر خرچ ہونی چاہئے۔ اگر پیپلز پارٹی کو اپنے جیالے پیارے ہیں تو وہ اپنے جائیداد سے ان کو نوازے۔ میں اپنے حلقے کا ذکر کروں گا کہ وہاں لوگ میرے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں ممبرشپ نہیں دے رہے ہیں۔ میں ایوان میں موجود پیپلز پارٹی کے رکن شیر جان بلوچ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ان کی پارٹی اس طرح کے حرکتوں سے بڑھے گا نہیں بلکہ گھٹے گا۔ اس لئے کہ لوگوں کو ممبرشپ نہیں مل رہا۔ اور پرانے پی پی کے ورکر کہتے ہیں کہ زیادہ ممبرشپ سے تقسیم میں حصہ دار زیادہ ہونگے۔ ۱۹۸۸ء میں یہ پروگرام شروع ہوا۔ اور ترقیاتی کام کے دعوے کیے گئے۔ اگر کوئی مجھے ایک اینٹ بتادیں میں اس کو ایک لاکھ روپے انعام دیتا ہوں۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ عوام کے پیسے ہیں۔ عوام کی فلاح ہو۔ جناب والا! جب پی پی کی حکومت آتی تو عوام پر ظلم و جبر شروع ہوتا ہے۔ اس لیے ہم اس پروگرام کے طریقے کار سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اور اس قرارداد کی حمایت کرتے ہیں انہی الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں۔ شکریہ

جناب اسپیکر :- ڈاکٹر کلیم اللہ صاحب

ڈاکٹر کلیم اللہ خان (وزیر) :- جناب اسپیکر صاحب! میرے خیال میں حال کی پوزیشن اس طرح ہے کہ اپوزیشن کا ایک سیکشن تو میدان سے بھاگ گیا۔ یعنی خاموشی نیم رضامندی دوسری اپوزیشن اس کو کمپلیٹلی completly قبول کرتا ہے اور چیرز والے بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ یہ پیسہ اسلام آباد میں پلاٹوں کی تقسیم مختلف پیسے سیکنڈ لون کی تقسیم اور یہ پیسہ بھی غلط تقسیم نہ ہوجائے یہ عوام کے ٹیکس کا پیسہ ہے ہم اس کو ویلکم کہتے ہیں لیکن یہ ہے کہ یہ اس طرح تقسیم در تقسیم سے نہ کوئی بڑا منصوبہ بنے گا نہ عوام کو فائدہ پہنچے گا۔ ٹھیک ہے یہ ساٹھ کروڑ روپے لے آئے کوئٹہ واٹر سپلائی سب سے بدترین مسئلہ ہے ادھر ایک بڑا منصوبہ بنائے پیپلز ورکس پروگرام کے نام سے ہم اس کو خوش آمدید کہیں گے لیکن اگر اس طرح بٹوارہ شروع ہوگیا تو پیسہ ضائع ہوجائے گا۔ تو ہم اس کی تائید کرتے ہیں۔ بہت مہربانی۔

حاجی محمد شاہ مردانزئی (وزیر) :- جناب اسپیکر صاحب! اگر آپ مجھے موقع دیدیں ایک بات بھول گیا جناب یہ ایک پیپلز پروگرام نہیں ہے جو وہ اس طرح کر رہے ہیں کہ عوام کے ٹیکسوں کے پیسے وہ اپنے جیالوں پر خرچ کرتے ہیں وہ اپنے مفادات کے لئے خرچ کرتے ہیں اس طرح اور بھی پروگرام رکھتے ہیں آج کل ہمارے زکوۃ کے پیسے جو مستحق عوام کا حق ہے غریب لوگوں کا حق ہے وہ بھی ایک الیکشن ہے ایک سلیکشن ہے جناب الیکشن اور سلیکشن میں کوئی فرق نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ الیکشن جو ہے وہ سلیکشن سے بہت سخت ہے کیونکہ وہ سامنے سامنے مسئلہ ہوتا ہے الیکشن تو پھر بھی خفیہ ہوتا ہے لوگوں نے سلیکشن پر لوگوں کو لایا تمام کمیٹیوں کو توڑ دیا۔ مرکزی کونسل توڑ دی وہ اپنے جیالے ہر یونین کونسل کے پانچ پانچ آدمیوں پر کمیٹی بنا رہا ہے ان کے ذریعے خرچ کر رہے ہیں وہ ارادہ رکھتے ہیں لیکن ہمارے زکوۃ کے پیسے ہم اس طرح نہیں دینگے۔ جناب اگر اس میں پاور ہے تو الیکشن کرے جیسا کہ طریقہ کار ہے سلیکشن کرے یہ ابھی زکوۃ کو بھی سیاست بنا رہے ہیں زکوۃ کے ذریعے

لوگوں کو نواز رہے ہیں۔ شکریہ جناب اسپیکر

سردار ثناء اللہ زھری (وزیر) :- جناب اسپیکر صاحب! جو قرار داد نوابزادہ سلیم اکبر بگٹی نے پیش کی اس کے میں مکمل حمائیت کرتا ہوں۔ جناب اسپیکر صاحب! جس طرح ہمارے دوستوں نے کہا کہ پیپلز ورکس پروگرام یا پیپلز ورکرز پروگرام جو ہے اس پر ہمیں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن جو اس کا طریقہ کار ہے اس پر پہلے سے ہمیں اختلاف تھا۔ ۱۹۸۸ء میں بھی ہم اس ہاؤس کے ممبر رہے ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں بھی ہیں اس سے اختلاف تھا اور ہم نے اس کی مخالفت کی جب نواب اکبر خان چیف منسٹر تھے۔ آج بھی جو طریقہ کار ہے ہمیں اس سے اختلاف ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا جو صوبہ بلوچستان ہے۔ پسماندہ بلوچستان ہے اور اگر مرکز کے حکمرانوں میں بلوچستان کیلئے اتنی ہمدردی ہے دل میں اور وہ چاہتے ہیں کہ پیپلز پارٹی کے دور میں اگر بلوچستان ترقی کرے دوسرے صوبوں کے برابر لے آئے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اس پروگرام کو منتخب نمائندوں کے ذریعے کرایا جائے جو اپنے اپنے حلقوں سے ووٹ لے کر آئے ہیں جو وہاں کے عوام کے سامنے جوابدہ ہے۔ جناب اسپیکر! مجھے یہ بات کہنے پر کوئی آڑ محسوس نہیں ہوگا کہ آپ میرے علاقے میں جہاں پر قلات سے لے کر وڈھ تک میرا علاقہ ہے اس میں دو جگہوں سے متاثر ہو رہا ہوں اور وہاں پر میں آپ کو یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ قلات کے ایریا میں جو میرے چھوٹے بھائی کا ایریا ہے اسرار اللہ کا وہاں پر جتنے پیپلز ورکس کے پیسے تھے وہاں مدرسوں میں خرچ کئے گئے اگر وزیر اعلیٰ اس پر کمیٹی بنائے تو میں دکھانے کے لئے تیار ہوں کہ سارے جتنے بھی وہاں پر ان سب کو نوازا ہے عوام پر کوئی خرچ نہیں کیا گیا ہے۔ جناب اسپیکر! اسی طرح ۱۹۸۸ء میں بھی ہم نے کہا تھا کہ اس کا جو طریقہ کار ہے اس سے ہمیں اختلاف ہے اور آج بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کو منتخب نمائندوں کے ذریعے کرایا جائے ایک آدمی تیرہ ہزار ووٹ لے کر آتا ہے دوسرا آدمی اس کا مخالف پیپلز پارٹی کا ٹکٹ ہولڈر ہے لیکن وہ وہاں پر تین سو یا چار سو ووٹ لیتا ہے تو وہ وہاں پر جوابدہ نہیں ہوتا ہے۔ جناب اسپیکر! جوابدہ پھر ہم ہی ہونگے اور ہم اس کی قطعاً اجازت نہیں دینگے جو غیر منتخب

نمائندے ہیں کہ وہ ایک منتخب نمائندہ سے وہاں پر زیادہ پیسے خرچ کرے ہم چاہتے ہیں کہ بلوچستان میں ڈیولپمنٹ ہو اور ترقی کرے لیکن ہم کسی کو متوازی گورنمنٹ بنانے نہیں دینگے۔ جناب اسپیکر ایک ایم پی اے ہے وہ اپنے حلقے میں پچاس لاکھ روپے خرچ کر سکتا ہے ایک غیر منتخب نمائندہ ہے جس کو کوئی جانتا بھی نہیں ہے وہ اسی ایریا میں خرچ تو نہیں کریگا وہ اپنے جیب میں ڈالے گا لیکن خرچ کرنے کے نام پر ایک کروڑ ڈیڑھ کروڑ خرچ کرتا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جمہوریت اور یہ جو منتخب نمائندے ہیں اور صوبائی خود مختیاری کی سب کی توہین ہے اگر ہم ڈنڈورا پیٹتے رہتے ہیں کہ جی ہم جمہوریت پر یقین رکھنے والے لوگ ہے ہم جمہوریت پسند ہے ہم نے جمہوریت کے لئے جدوجہد کی ہے ہم نے مارشل لاء کے خلاف جہاد کیا ہے تو کیا آج بلوچستان میں جمہوریت نہیں ہے کیا آج بلوچستان کے لوگ منتخب ہو کر نہیں آئے ہیں یہاں پر ہم بھی ۱۹۹۴ء میں الیکشن کر کے آئے ہیں۔ انہیں ہمیں فراخدلی کے ساتھ قبول کرنا چاہئے ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ ہم مرکز کے ساتھ خدا نخواستہ کوئی محاذ آرائی کرے لیکن جناب اسپیکر جب حقوق کی بات آتی ہے تو حقوق کے لئے آدمی کو لڑنا پڑتا ہے۔ جناب اسپیکر آپ دیکھیں میں تو یہ کہونگا اگر ساٹھ کروڑ روپے پیپلز ورکس پروگرام کے لئے فیڈرل گورنمنٹ دے رہی ہے تو آپ بھی کوئٹہ شہر سے منتخب ہوئے ہیں سعید احمد ھاشمی صاحب بھی کوئٹہ شہر سے منتخب ہوئے ہیں اور پیپلز پارٹی کا صوبائی صدر دو دفعہ یہاں سے ایم پی اے منتخب ہوا ہے اور کوئٹہ شہر کو ہمارا کیپٹل بھی سمجھ لیں ہمارا ایک ہی شہر ہے جہاں پر اسمبلی ہے سیکریٹریٹ ہے سب کچھ ہمارا یہی ہے اس کی حالت آپ دیکھے دن بدن بگڑتی جا رہی ہے اور کھنڈرات میں تبدیل ہوتا جا رہا ہے تو میں یہ کہونگا کہ اس سال جو پیپلز ورکس پروگرام ہے وہ فیڈرل گورنمنٹ کو فراخدلی کے ساتھ پروانشل گورنمنٹ کے حوالے کرنا چاہئے اور اس کو کہنا چاہئے کہ ان پیسوں کو کوئٹہ شہر کے خوبصورتی کے اوپر کوئٹہ شہر کے سیورج لائن کے اوپر روڈون کے اوپر اور پانی کی شارٹیج پر خرچ کرے تو میں یہ کہونگا کہ اس چیز پر آپ بھی میرے ساتھ ایگری کرینگے اور ہمارے جو دوسرے جو اپوزیشن کے ممبران ہے وہ بھی اٹھ کر چلے

جانے سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آدھی ہمارے ساتھ ہے تو میں ان باتوں کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ڈاکٹر عبدالمالک (وزیر) :- جناب اسپیکر صاحب! بنیادی طور پر تو ہر حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی اقتصادی اور سماجی پہلوؤں کو وسعت دینے کے لئے جو بھی پروگرام تشکیل دین اس سے قبل بھی مرحوم جونیجو نے سات مرلہ اسکیم کے نام سے پروگرام بنائے مسلم لیگ گورنمنٹ نے تعمیر وطن کے نام سے پروگرام بنائے اور پیپلز پارٹی نے جو برسراقتدار ہے وہ پیپلز ورکس کے نام پر پروگرام چاک آؤٹ کیا ہے ہم اصولی طور پر سمجھتے ہیں کہ جو اس مسئلے پر جو ڈیبٹس ہو رہی ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ جمہوری حوالے سے اگر اس سوال کو دیکھا جائے جو دوستوں نے رکھا تھا ہم اس کی حمائیت کرینگے۔ اگر یہاں کے اپوزیشن کو یہ حق ہے کہ وہ ہمارے ایکنامیکل ایکٹیویٹیز aconomical activities میں برابر کے شریک ہو تو فیڈرل گورنمنٹ میں بھی جو اپوزیشن بیٹھا ہوا ہے اس کو بھی یہ حق ہے کہ جو بھی ترقیاتی منصوبے بنتے ہیں ان میں اس کو حق دیا جائے ہم اس کے بھی قائل ہے کہ جو دوستوں نے رکھا ہے کہ غیر منتخب نمائندوں سے یہ پروگرام امپلمنٹ نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن اسپیکر صاحب! میں اس کو تھوڑا مزید وسعت دیتے ہوئے اس کو اس طرح رکھونگا کہ ہم لفظوں اور نیتوں کی جنگ میں اپنے آپ کو کہاں تک لے جائینگے۔ ہمارا ایک بنیادی سوچ ہے وہ یہ ہے کہ یہاں پر Confrmtation کی پالیٹکس کو ختم ہونی چاہئے۔ فیڈرل گورنمنٹ جو اپوزیشن اور ٹریجری کے درمیان جو مسائل اور الجھن روز بروز بن رہی ہے ہم کہتے ہیں کہ آج پاکستان کے ہر جمہوری فرد کا فرض بنتا ہے کہ اس مسئلے کو سنجیدگی سے دیکھیں کہ آیا اس وقت ملک میں ہمیں کیا کیا کرنی چاہئے۔ اسی طرح ہر ایشو پر ایک دوسرے کے ساتھ کمپرومائیزنگ (Cimpromising) اسٹیج پر جائیں یا ہم مسائل کو بیٹھ کرکے حل کریں ہمارے لئے یہ کوئی معنی نہیں رکھتا کہ کون حکومت میں ہے ہمارے لئے سب سے زیادہ جو اہمیت رکھتا ہے وہ ادارے ہیں جو اس ملک کے عوام کے فلاح و بہبود کے لئے بنائے گئے ہیں

میں اس قرار داد کی حمائیت کرونگا کہ پیپلز ورکس پروگرام کو (implement) ہونا چاہیئے اور یہاں یا فیڈرل گورنمنٹ میں جو اپوزیشن کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان کو اس میں شیئر دینا چاہیئے اور ساتھ ساتھ میں اپنے تمام دوستوں کے سامنے یہ بات بالکل وضاحت سے رکھونگا کہ بلوچستان گورنمنٹ کو اس وقت اس مسئلے پر سنجیدگی سے فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ نیگواشیٹ (negociate) میں جانا چاہیئے میں چیف منسٹر سے ریکویسٹ (request) کرونگا کہ وہ اس مسئلے کو قطعی طور پر نہ لیں بلکہ اس مسئلے کو اہمیت دیں نیگواشیٹ (negociate) کرلیں اور جو بھی اس کے ابزرویشن (observations) ہیں۔ ایوان کے حوالے سے جو دوستوں نے رکھی ہیں یا کلینٹ کے حوالے سے جو دوستوں نے رکھے ہیں اس پر ان کو نیگواشیٹ (negociations) میں جانا چاہیئے بجائے یہ کہ ہم ایک ایشو کو اس حد تک لے جائیں کہ ہم اور فیڈرل گورنمنٹ نو کمپرومائیزینگ اسٹیج تک پہنچ جائیں کیونکہ ہم یہ حق رکھتے ہیں۔ ہم فیڈرل گورنمنٹ میں وہاں پاکستان پیپلزپارٹی کو سپورٹ کررہے ہیں۔ اگر یہاں اس قسم کی سچویشن ہوگی کنفیڈریشن (Confrontation) کی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری پارٹی پالیسی یہ ہے کہ فی الحال ہم مسائل کو سلجھانے کی جانب جائیں اور ہماری کوشش ہوگی کہ یہاں پر جمہوری کلچر روایات کو فروغ ہونا چاہیئے آخر میں میں کہونگا کہ ہم اس قرار داد کی حمائیت کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر :- سعید احمد ھاشمی صاحب

مسٹر سعید احمد ھاشمی (وزیر) :- جناب اسپیکر! اس قرار داد پر ساتھیوں نے بہت کچھ کہا میں اس کے بارے میں کہتے ہوئے چند وضاحتیں کرنا چاہونگا یہ کوئی ساتھی یا کوئی جماعت یا سیاسی فورس ہمارے اس مخالفت کو ہم نے پیپلز ورک پروگرام کی طریقہ کار کی مخالفت کی قطعاً یہ نہ سمجھیں کہ بلوچستان حکومت پیپلز ورکس پروگرام کی مخالفت یا طریقہ کار کی مخالفت کرتے ہوئے مرکز سے کسی طور پر کنفنٹویشن (Conrfontation) چاہتی ہے اور

اس بات کی گواہی موجودہ صوبائی حکومت کے پچھلے آٹھ ماہ کی کارکردگی ہے۔ مختلف مراحل پر میں سمجھتا ہوں کہ پروسیجر ہی رکھا گیا ہے کہ گفت و شنید سے ان مسائل کو حل کیا جائے اور وہ معاملات یا وہ حقوق جو آئین کے تحت ہم کو حاصل ہیں ان کو خوش اسلوبی سے مرکز سے طے کیا جائے۔ قطعاً نظر اس سے کہ ہمارا تعلق پاکستان مسلم لیگ سے ہے اور پاکستان مسلم لیگ مرکز میں اپوزیشن میں بیٹھی ہے لیکن بلوچستان کے اس جمہوری ماحول کو چلانے کی خاطر اور اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے ہم نے مرکز کے ساتھ کسی نقطے پر آج تک کنفنٹریشن (confrontation) پالیسی اختیار نہیں کی اور ہمارے اقدام کو کہ ہم پیپلز پروگرام کی طریقہ کار کی مخالفت کررہے ہیں کوئی سیاسی ساتھی یہ نہ سمجھیں کہ ہم کنفنٹریشن (Confrontation) کی طرف جارہے ہیں۔ یہاں جناب اسپیکر! میں اس بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ مختلف پارٹیز جب برسراقتدار آئیں تو انہوں نے اپنے اکنامک پالیسی جاری کی جہاں چھوٹے سطح پر اکنامک ایکٹیویٹیز (economic activities) کو لے جانے کے لئے پانچ نکاتی پروگرام تعمیر وطن پروگرام کے نام سے اسکیمیں شروع کی گئی یہ درست ہے ہر پولٹیکل پارٹی کو یہ حق ہے کہ وہ مختلف شعبوں میں اپنی اسکیموں کا اعلان کریں۔ لیکن یہاں آپ یہ دیکھیں کہ پیپلزپارٹی کلچر میں اور پاکستان مسلم لیگ کلچر میں یہ فرق ہے کہ پاکستان مسلم لیگ کے دونوں پروگرام منتخب نمائندوں کے تھرو کریٹ کئے گئے اور ہر صوبائی حکومت کو اعتماد میں لیا گیا لیکن پاکستان پیپلزپارٹی نے پچھلی بار بھی پیپلز پروگرام کو غیر منتخب نمائندوں کے ترو توپنے کی کوشش کی اور اس بار پھر انہوں نے ایک منتخب حکومت کا منتخب اداروں کا مذاق اڑایا ہے اور انہیں اعتماد میں نہیں لیا۔ جناب اسپیکر! ہمارا نقطہ نظر واضح ہے ہم اس جمہوریت کے فروغ کے خاطر اپنے آئینی حق کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ہم منتخب نمائندے ہیں اپنے حلقوں میں ہم کو جواب دینا ہے جیسے محمد شاہ مردانزئی صاحب ایک مثال پیش کی کہ وہ واضح ہے کہ لوگ اس ٹکٹ کے پیچھے بھاگ رہے ہیں یا پرچی کے پیچھے ممبر بنے کی کوشش کررہے ہیں تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک تقسیم ہوگی اور جو پیسے

کا ضیاع ہوگا۔ جمہوریت کے ساتھ ایک مذاق ہوگا اور میں بھی اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ پچھلی بار دیکھ لیجئے کہ جب آپ غیر منتخب نمائندوں کے تھرو ایسے پروگرام کیئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج اس کا ایک اینٹ کا نشان نہیں دکھا سکتے دوسری جانب جونیجو صاحب مرحوم کے پانچ نکاتی پروگرام کی اسکیمیں نہ صرف بلوچستان میں بلکہ دیگر صوبوں میں بھی نظر آتی ہیں اسی طرح تعمیر وطن پروگرام کی اسکیمات نظر آتی ہیں تو وہ اسی لئے ہیں۔ کیونکہ منتخب نمائندوں میں یا اداروں میں انٹرچیکس (Inter - cheek) ہوتے ہیں مشینری موجود ہے اور جب اتنے ہمارے پاس ڈیپارٹمنٹس ہیں تو یہ کیا ضرورت ہیں کہ پاک پی ڈبلیو ڈی کو صرف یہ تکلیف دی جائے کہ وہ ایگسزیکیوٹنگ ایجنسی (executing agency) بنے تو۔ جناب اسپیکر آپ کے توسط سے ایوان سے میری درخواست ہوگی کہ اس قرارداد کو منظور کیا جائے اور وزیر اعلیٰ صاحب سے بھی میری درخواست ہوگی کہ وہ مرکز کو کوشش کریں کہ مرکز ہمارا نقطہ نظر سمجھے اور اس طریقہ کار کو بدلیں اور ساتھ ہی ساتھ میری درخواست پی این ایم ھشی گروپ سے ہوگی کہ وہ ہمارا نقطہ نظر بہتر انداز میں مرکز تک پہنچائیں تاکہ اس پوائنٹ پر ہم نہ پہنچیں کہ اس کو کوئی شخص بھی (Confrontation) کرے۔ کیونکہ ہمارے اقدامات جمہوریت کی خاطر ہونگے اپنے آئینی حقوق کی خاطر ہونگے اور بلوچستان کی حق کی خاطر ہونگے۔ شکریہ (ڈیسک بجائے گے)

سردار محمد طاہر خان لونی (وزیر) :- میں ھاشمی صاحب سے یہ ایک سوال کرونگا کہ یہ سات اسکیمیں جو بنی ہیں یہ کن ممبران نے بنائی ہیں ان کے وقت دوسروں پر الزام لگانا جو ہے وہ بہت آسان ہے اور اپنا گناہ جو ہے وہ کوئی نہیں دیکھتا مجھے جواب دیں؟

جناب اسپیکر :- سردار صاحب جو ایجنڈا ہے اس پر اگر آپ بات کرنا چاہیں تو بہتر ہوگا۔

مسٹر عبید اللہ بابت (وزیر) :- جناب اسپیکر میں اس قرارداد کی توحمائیت

کرتا ہوں۔ مگر چونکہ یہ کوالیشن کا اور ہمارے تمام ساتھیوں کا ہمیشہ سے پیپلز پارٹی کا ایک رویہ رہا ہے وہ ہمیشہ یعنی صوبائی مداخلت یعنی یہاں سے اگر آپ دیکھیں پشاور میں انہوں نے ایسا حملہ کیا وہاں کے منتخب وزیر اعلیٰ کو ایسی ہتھکنڈوں سے آج جو عمل انہوں نے رکھا ہے یہاں ہمارے صوبے میں اگر ہم پیپلز پارٹی کو دیکھیں۔ پیپلز پارٹی نے ہمارے علاقے میں xxxxxxxxxxxxxxxxx میں ایک سیٹ بھی نہیں لی ہے۔

جناب اسپیکر :۔ جنوبی پشتونخوا نام کی کوئی چیز نہیں ہے ان الفاظ کو حذف کیا جائے۔

جناب اسپیکر کے حکم سے یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔ xxx:xxx

عبید اللہ بابت (وزیر) :۔ یعنی جنوبی پشتونخوا میں

جناب اسپیکر :۔ میں نکال دونگا آپ کو آپ بابت صاحب جنوبی پشتونخوا نام کی کوئی چیز پاکستان میں موجود نہیں۔

مسٹر عبید اللہ بابت (وزیر) :۔ اسپیکر صاحب پر تل نہ ہوں ان چیزوں میں۔

جناب اسپیکر :۔ (نہیں یہ تل نہیں ہاؤس میں ایک قرارداد پاس ہوئی ہے)۔

مسٹر عبید اللہ بابت (وزیر) :۔ آپ ایک اسپیکر کی حیثیت سے بات کریں۔

مسٹر عبید اللہ بابت (وزیر) :۔ جناب جہاں تک پیپلز پارٹی کا تعلق ہے ہمیں پیپلز پارٹی سے کوئی ایسا ڈر نہیں ہے کہ انہوں نے جو پیچھے لائے ہیں پہلے بھی انہوں نے جہاں لانا سیمنٹ لایا سا نکلوں لائیں اس کا ہمارے سیاست پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ ہماری سیاست جو ہے وہ عوام کی ہے۔ ہم کسی ایسی چیز سے نہیں گھبراتے ہیں کہ کل ان کی چند سائیکل انہا سے یا ان کے سیمنٹ کی بوریوں سے یا دوسرے ان کے کام ہیں ان سے ہمیں کوئی ڈر نہیں اصلی مسئلہ اس وقت یعنی اگر ہم دیکھیں ان کی تاریخ دیکھیں یہاں جو ۲۰۰۲ء میں انتخابات ہوئے یعنی جہاں پر عوام نے جن لوگوں کو مینڈیٹ دیا۔ یعنی یہاں پر تمام ملک میں اگر اس وقت اس

اسمبلی کے الیکشن کو دیکھیں یعنی پشین کے حلقے پر محمود خان واضح اکثریت سے یحیٰ بختیار سے جیت گیا مگر انہوں نے باقاعدہ اسی رات تمام الیکشن کو چینج کیا ان تمام رزلٹ کو پیپلز پارٹی یہاں پر انہوں نے یہ عمل شروع کیا ہے تمام ملک میں اس کا یہی رویہ ہے یعنی محترمہ کا یہی اصول ہے کہ ملک میں جو لوگ اس کے پیچھے جائیں آج ہمارا وزیر اعلیٰ اگر یہ کہے کہ بے نظیر ٹھیک ہے پھر کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ پھر یہاں پر کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یعنی پشاور میں کیا ضرورت تھی ہم پشاور کا حوالہ اس لئے دیتے ہیں کہ پشاور میں ایک منتخب حکومت تھی صابر شاہ کی اس کو یعنی غلط طریقے سے اس حکومت کو ختم کردی یہ اچھا ہے کہ آج ہماری جمہوری پارٹی والے بھی اس چیز کی مخالفت کررہیں ہیں ہم کہتے ہیں کہ واقع صوبائی مسئلے پر ہمیشہ جو مخالفت کرے گا جو ہماری صوبائی معاملات میں Interfere کریگا ہم اس کو ہر طرح سے ریزیسٹ (resist) کرسکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اگر ہم نے اتحاد کیا ہے پاکستان پیپلز پارٹی والے پہلے بھی سائیکل نہیں لاسکتے تھے ابھی بھی نہیں لاسکتے۔ ایسا نہیں کہ ہمارے ساتھیوں کو کچھ دے دیتے میں تو اپنے حلقے کے حوالے سے بات کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ انہوں نے آج ہمارے چیئرمین زکوٰۃ کو ہٹا دیا۔ انہوں نے آج ہمارے تمام عوام کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی والے کام نہیں کراتے۔ اب میں دو ڈسٹرکس کا نمائندہ ہوں وہ مجھ سے آکر پوچھیں۔ وہ ایک ایسے آدمی کو لاکر کہ اس کے ساتھ پانچ آدمی بھی نہیں ہونگے وہ عوام کا نمائندہ نہیں ہے۔ الیکشن میں اس کو منتخب نہیں کرتے ہیں۔ لیکن اس کو یہاں الیکٹ کیا جاتا ہے۔ جناب والا میں پشتون خواہ ملی عوامی پارٹی کی طرف سے اس قرارداد کی مکمل حمایت کرتا ہوں۔

نواب ذوالفقار علی مگسی (وزیر اعلیٰ قائد ایوان) :- جناب اسپیکر! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں دو چار الفاظ کہہ دوں سب ممبر صاحبان نے اس قرارداد کی حمایت کی ہے میں اس سلسلہ میں پچھلے دنوں میں بھی یہاں اسمبلی میں بول چکا ہوں اور اخبارات میں بھی بیانات دیئے ہیں اخبارات میں بھی میرے بیانات آچکے ہیں اب اگر کوئی

بات نہیں سمجھتا۔ دراصل ظہور حسین کھوسہ صاحب، سلیم اکبر بگٹی صاحب، جعفر مندوخیل صاحب، ایوب بلیدی صاحب غرض یہ کہ سب ممبران نے جن میں ثناء اللہ زہری اور ڈاکٹر مالک صاحب بھی شامل ہیں یعنی ہم سب نے اظہار خیال کیا میرے خیال میں ہماری بات نہیں سمجھی جارہی ہے ہم یہ کہتے ہیں جو پروگرام بھی آپ نے بنائے ہیں یا بنائے جاتے ہیں وہ ہمارے سر آنکھوں پر لیکن یہ صرف منتخب نمائندوں کے تھروان پر کام کراوئے جائیں۔ لیکن وہ سمجھ رہے کہ ہم کام نہیں کرنا چاہتے ہیں یہ غلط فہمی ہے اور میں آپ کے توسط سے ایک بات یہاں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری بات نہیں سمجھی گئی کہ ہم یہ کام صوبے میں نہیں کرنا چاہتے۔ میں یہ بات صاف کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اس پروگرام کی مخالفت نہیں کرتے البتہ پروگرام کے طریقہ کار سے ہمیں اختلاف ہے اور رہے گا۔ اب ساٹھ کروڑ کے پیپلز ورکس پروگرامز ہیں۔ اس سے کچی سڑکیں، کنویں، تالاب، اسکول، ڈسپنسریاں بنانے ہونگے۔ میں وفاقی حکومت کو اس ایوان کے توسط سے پوچھنا چاہتا ہوں جب یہ اسکیمیں مکمل ہوجائیں گی۔ اس کے تحت مکمل ہونے والی ڈسٹرکس کی ڈسپنسریوں، اسکولوں وغیرہ کے لئے اسٹاف کی ضرورت ہوگی۔ اساتذہ رکھنے کے لئے تو خرچہ ہوگا۔ یہ سب کس نے برداشت کرنا ہونگے؟ ظاہر ہے وفاقی حکومت تو یہ خرچہ برداشت نہیں کریگی۔ ایک طرف تو عوام چیخ و پکار کرتے ہیں۔ میرے خیال میں بات سمجھ لی جائے تو معاملہ صاف ہوجائے گا۔ اپوزیشن کی قرارداد تھی وہ تو ہم نے منظور کرلی لیکن اب وہ خود پتہ نہیں کیوں ایوان سے باہر چلے گئے ہیں آپ اندازہ کریں وہ اس اہم معاملے کو چھوڑ کر کیوں چلے گئے۔ اپوزیشن نے خود مخالفت کی بجٹ میں نان ڈیویلپمنٹ پر خرچ زیادہ ہے اور یہ حکومت نے ساڑھے دس ارب روپے تک پہنچا دیا ہے اور ترقیاتی کاموں کے لئے حکومت کی کوئی دلچسپی نہیں ہے اب اگر اس قسم کی ڈیویلپمنٹ ہوتی رہی تو ان اسکولوں، ڈسپنسریوں ان سڑکوں کی دیکھ بھال کے لئے عملہ گینگ میں وغیرہ کی ایمپلائمنٹ کا مسئلہ تو اٹھے گا اور حکومت بلوچستان ہی نے اس کا خرچہ برداشت کرنا ہے۔ جب اس کا خرچہ ہم نے برداشت کرنا ہے اور ہم سے پوچھا بھی نہیں جارہا ہے۔ وفاقی حکومت نے

تو خرچ برداشت نہیں کرنا ہے۔ آپ دیکھیں جب نان ڈویلپمنٹ اخراجات رائیز ہوتے ہیں۔ ایک طرف تو فیڈرل گورنمنٹ کی چھٹی میرے فنانس منسٹر کو آجاتی ہے کہ دیکھو آپ او ڈی مت لیں۔ اسٹیٹ بینک سے آپ بہت خرچہ کر رہے ہیں۔ آپ کا خرچہ بڑھتا جا رہا ہے نان ڈیولپمنٹ سائڈ پر لیکن جب ادھر آپ کی ایک سال میں ساٹھ کروڑ کی اسکیمیں کمپلیٹ ہو گی اور پھر ایمپلائمنٹ کا مسئلہ پیدا ہو گا تو کیا ہمیں ان پر نان ڈویلپمنٹ کی مد میں خرچہ برداشت نہیں کرنا پڑے گا؟ کیا اس طرح نان ڈویلپمنٹ ایکسپینڈیچر رائیز نہیں ہو گا؟ کیا اس غیر ترقیاتی اخراجات کے لئے وفاقی حکومت ہمیں پیسہ دیگی؟ انہوں نے تو بلڈنگ کھڑی کر دی لوگ ہمارے پیچھے پڑیں کہ ہمیں ایمپلائمنٹ دیں تو آخر ہم نے یعنی ایلکٹیڈ نمائندوں نے کیا گناہ کیا ہے کہ اس معاملے میں آپ نے ہم کو کانفیڈنس میں نہیں لیا جا رہا ہے؟ ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا جا رہا ہے اگر ہم نے رکن کے لئے پچاس لاکھ ترقیاتی کاموں کے لئے اور پچیس کروڑ ہر رکن کی واٹر سپلائی اسکیموں کے لئے دیئے جبکہ ہمارے پاس پاکستان پیپلز پارٹی کے بھی چار اراکین ہیں چار ممبرز ہیں۔ ان کے لئے بھی ہم نے منظور کئے ہیں کیا ہم ان کو اعتماد میں نہیں لے رہے؟ ہم نے کبھی بھی ڈسکریشنری اختیارات استعمال نہیں کئے۔ ہم استعمال نہیں کر سکتے۔ تو ایک بار میں جیسے ڈاکٹر مالک صاحب نے کہا ہم کنفرنٹیشن نہیں چاہتے۔ لیکن اصولی کی بات ہم کرتے ہیں صوبے کے حقوق کی بات کے لئے ہم کنفرنٹیشن کریں گے۔ اگر مجھے اس کے لئے کرسی بھی چھوڑنی پڑی تو ضرور چھوڑوں دوں گا۔ لیکن صوبے کے حقوق کے لیئے کسی بھی صورت میں کمپرومائیز نہیں کرونگا۔ (ڈیکس بجائے گئے)

جناب اسپیکر :- کیا یہ قرارداد منظور ہے؟

(قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی گئی)

جناب اسپیکر :- مشترکہ قرارداد نمبر تینتالیس ارجن داس بگٹی صاحب اور سردار سنت سنگھ کی طرف سے ہے۔ ارجن داس بگٹی صاحب پیش کریں۔

جناب ارجن داس بگٹی :- جناب اسپیکر! آپ کی اجازت سے میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ ۱۹۸۵ء سے جداگانہ طریقہ انتخاب نے اقلیتی رائے دہندگان کی حیثیت کو زبردست دھچکا لگا ہے اور اقلیت کی سیاسی حیثیت کم ہو کر رہ گئی ہے۔ جس سے اسلامی مساوات اور ملکی آئین کی وہ دفعات جو بنیادی حقوق سے متعلق ہیں اور اقوام عالم کے انسانی حقوق سے متعلق چارٹر کی بھی نفی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس غیر منصفانہ طریقہ انتخاب کو منسوخ کرکے اس کی جگہ مخلوط طریق انتخاب کو بحال کریں جو انسانی بنیادی حقوق مساوات اور مذہبی رواداری کے عین مطابق ہے۔

جناب اسپیکر :- قرارداد جو پیش کی گئی یہ ہے کہ یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ ۱۹۸۵ء سے جداگانہ طریقہ انتخاب نے اقلیتی رائے دہندگان کی حیثیت کو زبردست دھچکا لگا ہے اور اقلیت کی سیاسی حیثیت کم ہو کر رہ گئی ہے۔ جس سے اسلامی مساوات اور ملکی آئین کی وہ دفعات جو بنیادی حقوق سے متعلق ہیں اور اقوام عالم کے انسانی حقوق سے متعلق چارٹر کی بھی نفی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس غیر منصفانہ طریقہ انتخاب کو منسوخ کرکے اس کی جگہ مخلوط طریق انتخاب کو بحال کریں جو انسانی بنیادی حقوق مساوات اور مذہبی رواداری کے عین مطابق ہے۔

جناب اسپیکر :- جناب ارجن داس بگٹی صاحب اس قرارداد پر بات کریں۔ حاجی صاحب آپ اپنی جگہ پر تشریف لے آئیں۔

جناب ارجن داس بگٹی :- جناب اسپیکر صاحب! میں آپ کی اور تمام معزز اراکین اسمبلی کی توجہ اس اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرونگا۔ جناب اسپیکر! ہم منتخب نمائندوں کا یہ ایک فرض اولین بنتا ہے۔ کہ اپنے حلقہ انتخاب کے لئے بلا شرکت غیرے منطقی طور پر ان کی صحیح نمائندگی کریں۔ اور ہم اپنے عوام کے صحیح نمائندے رہیں اور اس مقدس

فلور کے ذریعے ان کی صحیح نمائندگی کرتے رہیں۔ اور یہی ہمارا فرض اول بنتا ہے کہ اپنی اور بشمول صوبہ بلوچستان کی تمام اقلیتوں کے احساسات اور جذبات کی ترجمانی اس محترم ہاؤس میں پیش کروں۔ جناب اسپیکر! ۱۹۸۵ء سے کچھ اس قسم کے قوانین مرتب کیے گئے تھے جن کی بدولت جداگانہ انتخابات کے عمل میں آنے سے قبل اجتماعی طور پر انتخابات ہمارے ملک پاکستان میں ہوتے آئے تھے۔ میں اپنے اس حلقہ انتخاب جتنے بھی میرے الیکٹرول کانسٹیچیونسی Electoral Constituency کے ووٹرز کی طرف سے ان کا مشکور اور شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اس قبل بھی تین چار مرتبہ مجھے الیکٹ کرکے اس ہاؤس میں بھیجا اور اس درمیانی عرصہ یعنی نو سال کے دوران میں اس چیز کو بخوبی طور پر محسوس کیا ان کا ساتھ دیتے ہوئے اور ان کے احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے میں آپ سے گزارش کرونگا کہ اس جداگانہ انتخابات کی بدولت ہماری اقلیتیں اس قومی اور سیاسی دھارے سے بالکل کٹ کر جدا ہوگئی ہیں اور ان قوانین کی رو سے پاکستان کے اندر جتنی بھی اقلیتیں ہیں۔ ہمارے صوبہ سندھ میں صوبہ بلوچستان میں رہ رہی ہیں وہ اس وقت دوسرے درجہ کی شہری بن کر رہ گئی ہیں۔

جناب اسپیکر! انسانی حقوق کے حوالے سے بھی اگر دیکھیں تو اقوام عالم کے انسانی حقوق کے چارٹر کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ انسانی حقوق کی نفی ہو رہی ہے۔ جناب اسپیکر! یہ ایک عین حقیقت ہے کہ ہر فرد ملت کی مقدر کا ستارہ ہوتا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! اس قبل ۱۹۸۵ء سے قبل ہمیں پاکستان کی تاریخ میں اس اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جب کہ پاکستان معروض وجود میں آیا۔ بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح صاحب کی جو کیبنٹ تھی اس میں بھی اس قسم کا کوئی Concept یا اس قسم کا کوئی بھی اشارہ نہیں ملتا کہ اقلیتوں کو دوسرے درجے کا شہری بنایا گیا ہو۔ بلکہ میں کابینہ کے حوالے سے میں بات کرونگا کہ جوگندر ناتھ منڈل پہلے وزیر قانون اور پہلے وزیر انصاف تھے۔ سر ظفر اللہ خان پہلے وزیر داخلہ تھے۔ جناب اسپیکر صاحب! دنیا آج بھی طور پر ہی انسانی حقوق کے طور پر اور

نہ ہی اسلامی مساوات کے طور پر یہ بات جائز بنتی ہے کسی ہم وطن کو کسی ہم ملک قوم کو طبقے کو جتنا کو کسی بھی اپنی قوم کو اس خطے کے رہنے والوں کو دوسرے درجے کا شہری بنا دیا جائے۔ جناب اسپیکر صاحب! آج ہمارے اس محترم ہاؤس میں مختلف سیاسی پارٹیوں کے مختلف سیاسی نمائندے تشریف رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جتنی بھی سیاسی پارٹیاں ہیں۔ ان کے منشور بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ جناب اسپیکر صاحب! آج گو کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے ایک فرد کی حیثیت سے ایک نمائندے کی حیثیت سے اپنی اقلیتوں کے ۱۹۸۵ء کے بعد ترقیاتی مد میں بہت سوا کی ہے۔ بہت خدمت کی ہے ۔ جس کا اعتراف آج ہماری electroal conntuency کرتی ہے۔ آج میں یہ سمجھتا ہوں کہ چار بار کے الیکشن بھی اس بات کے مظہر ہیں اس چیز کی گواہی دیتے ہیں۔ لیکن سیاسی طور پر اگر دیکھا جائے تو آج اس وقت تمام اقلیتیں صرف اور صرف محدود ہو کر اپنے ہی نمائندوں تک ہی رہ گئی ہیں۔ جب کہ اس سے پہلے قومی سطح یا صوبائی سطح پر تمام منتخب قومی اسمبلی کے ممبران یا صوبائی اسمبلی کے ممبران ان کی نمائندگی سے ہم اقلیتیں مستفید ہوا کرتی تھیں۔ لیکن آج وہ محدود ہو کر رہ گیں ہیں۔ اور اس پر طرہ یہ ہے میں تو جناب اسپیکر! یہ گزارش کرونگا کہ جداگانہ انتخابات کے بعد ستم ظریفی دیکھیے کہ ایک نیشنل اسمبلی کے ممبر کے لئے حلقہ انتخاب سارا پاکستان اور پھر ایک صوبائی اسمبلی کے ممبر کے لئے حلقہ انتخاب سارا صوبہ' جناب اسپیکر ہم پاکستانی ہیں ہم بلوچستانی ہیں اور ہم اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں اس سرزمین پاک نے جنم دیا ہے۔ ہمیں صوبہ بلوچستان کی اس عظیم سرزمین عظیم دھرتی اور پرتھوی نے ہمیں جنم دیا ہے۔ ہم پاکستانی رہنا چاہتے ہیں ہم بلوچستانی رہنا چاہتے ہیں ہم آپ سے اور اس آگسٹ ہاؤس کے ممبران اسمبلی سے اپنے آپ کو الگ کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! تاریخ کے حوالے سے اگر ہم دیکھیں تو اس صوبہ بلوچستان کی اعلیٰ روایات جس میں صدیوں سے ہماری اقلیتیں جاگزیں ہیں۔ یہاں پر رچ بس کر اپنی زندگیاں گزار رہی ہیں۔ ماضی قریب میں جو کچھ ہوا اقلیتوں کے ساتھ اور اس وقت قبائلی عمائدین کا دلی طور پر شکر گزار ہوں اس

وقت میں اپنی اقلیت کے حوالے سے بات کرونگا گوکہ اتفاق سے آج ہمارے ایک اقلیت کے الیکٹ ممبر جناب شوکت صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ لیکن ایک اقلیت کے نمائندے ہمارے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ سارے بلوچستان میں ہماری لگ بھگ تمام پنچائتیں رہ رہے ہیں۔ جن کی اس وقت قیادت' جن کے تحفظ کی ذمہ داری جن کی چادر اور چار دیواری کی ذمہ داری جن کی عزت و ابرو کی ذمہ داری جن کے جان و مال کی ذمہ داری ہماری اس ٹائم تمام اس ہاؤس اور محترم ہاؤس پر ہے۔ اور اس محترم ہاؤس میں ہمارے منتخب نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں یہ گزارش کرونگا کہ جناب اسپیکر صاحب! اس سسٹم میں ہمیں آئینی طور پر اخلاقی طور پر اور سیاسی طور پر اس قومی دھارے سے جدا کرکے رکھدیا ہے۔ میں آپ کے حوالے سے تمام معزز ممبران اسمبلی سے یہ گزارش کرونگا کہ نہ تو اسلامی مساوات اس چیز کی اجازت دی ہیں اور نہ ہی آئین پاکستان اس بات کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی اقوام عالم کا جو انسانی حقوق کا جو چارٹر ہے۔ وہ اس بات کی اجازت دیتا ہے۔ میں آپ سے گزارش کرونگا کہ اور تمام ممبران اسمبلی سے گزارش کروں گا کہ وہ میری اس قرارداد کا ساتھ دیں۔ اور اس قرارداد کی حمائیت کریں ہم چاہتے ہیں اس قومی دھارے سے الگ نہ ہوں علیحدہ نہ ہوں۔ جناب اسپیکر صاحب! آوازیں آرہی ہیں کہ منظور ہے۔ بہت مہربانی شکریہ

میر محمد اکرم بلوچ (وزیر) :- جناب اسپیکر! میں کچھ اظہار خیال اس قرارداد پر جو اس ایوان میں پیش ہوئی ہے جو جداگانہ طریقہ انتخاب پر ارجن داس بگٹی اور سردار سترام سنگھ نے مشترکہ قرارداد کی شکل میں اس ایوان میں پیش کی ہے۔

جناب اسپیکر! یہ ملک ایک جمہوری ملک ہے اس ملک میں بہت سی قومیں ور اقلیتی گروہ رہتی ہیں۔ جناب اسپیکر! یہ مسئلہ دینا میں پھیلا ہوا ہے۔ امریکہ میں سیاہ فارم اقلیت میں ہیں۔ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ پاکستان میں پارسی ہندو عیسائی اقلیت میں ہیں۔ جناب اسپیکر! کسی ملک میں معاشرہ جمہوری ہونے یا نہ ہونے کی کسوٹی یہ ہے کہ وہ آئین اپنی نسلیاتی لسانی مذہبی قومی اور اقلیتوں کے ساتھ کیا برتاؤ روا رکھا ہے۔ جناب اسپیکر! لوگوں

کے درمیان پھوٹ پیدا کرنے میں کردار ضیاء الحق نے ادا کیا۔ حدود آرڈیننس کا نفاذ اور شریعت عدالتوں کا قیام صدارتی حکم ۱۴ کے ذریعے قرارداد مقاصد کو دستور کا حصہ بنایا اور دستور میں اسے مسخ کرکے پیش کیا گیا۔ اور پاکستان کا مطلب لا الہ اللہ کہا گیا۔ جناب اسپیکر! سیاست مذہب اور ریاست کو اکھٹا کرکے بہت سی الجھنیں پیدا کی گئیں۔ حالانکہ سیاست حقوق کی دائرے میں آتی ہے اور مذہبیت عقیدہ۔ حقیقت یہاں ہے کہ یہاں کی اقلیتوں کا برے دن کا آغاز مرحوم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہد سے ہوا ہے جو کہ چند مذہبی جماعتوں اور چند تنگ نظر سیاست دانوں کے دباؤ میں آکر انہوں نے دستور میں آرٹیکل (۲) شامل کی جس کی رو سے سیاست کا مذہب اسلام قرار دیا گیا۔ جناب اسپیکر! اقوام متحدہ کے متعین کردہ انسانی بنیادی حقوق میں یہ ہے کہ مملکت کو غیرمذہبی ہونا چاہئے چونکہ ریاست کو اسلامی قرار دینے سے اقوام متحدہ کے چارٹر کے خلاف ورزی ہوتی ہے۔ غیرمسلم قومی دھارے سے کٹ جاتے ہیں۔ بعد میں تنازعہ بھی ہوتا ہے کہ کون مسلمان ہے یا نہیں ہے۔ جناب اسپیکر! اس ملک میں صدر اور وزیراعظم کے لئے کسی غیرمسلم کو آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ممبر صوبائی اسمبلی سینٹ قومی اسمبلی کا ممبر کوئی بھی جب حلف اٹھاتا ہے۔ اس میں اللہ کی وحدانیت پر یقین بھی صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین اور قرآن پر یقین ختم نبوت پر یقین کا حلف بھی شامل ہے۔ جداگانہ انتخاب سے بنیادی حقوق کے خلاف ہے۔ شہریوں کے درمیان مساوات ختم ہوگیا ہے۔ مسلمان بھائی جو تین کلومیٹر کے حلقے پر الیکشن لڑتا ہے۔ جبکہ ہماری اقلیتی بھائی ہزاروں میل پر الیکشن لڑتا ہے پورے ملک یا پورے آبادی پر الیکشن لڑتا ہے۔ یہ بہت ہی مشکل اور کٹھن ہوتا ہے۔ پاکستان کے لوگوں نے جس معاشرہ کی خواہش کی تھی وہ جمہوری معاشرہ تھا۔ صوبوں کی مساوی حیثیت پر زور دیا گیا ہے بہت سے مذہبی جماعتیں قیام پاکستان کی مخالف، تھیں آزادی لے بعد وہ اس ملک کی وفادار بنیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جمہوریت اور مسلم معاشرے کے لفظ اقلیت بھیانک آمیز ہے۔ جناب اسپیکر! قانون کی ہرکتاب میں اس لفظ کو خارج کرنا چاہئے۔ قیام پاکستان کا مقصد ایک مذہبی ریاست کا قیام نہیں تھا۔ جناب اسپیکر! انگلینڈ کو

روایتی طور پر پرٹسنٹ مذہب کا محافظ تصور کیا جاتا ہے۔ جبکہ وہاں گورنمنٹ کے نمائندے بھی منتخب ہوتے ہیں اور رہے ہیں یہاں بھی وزیر اعظم نہ چرچ کے معاملات میں اور نہ ریاست کے میں مداخلت کرتے ہیں۔ اس طرح ہندوستان میں جس میں اکثریت ہندوؤں کی ہے وہاں ہم اقلیت میں ہیں۔ لیکن وہاں بھی مسلمان صدر رہ چکے ہیں۔ جناب اسپیکر! ہمارے اس ملک میں ہندو پارسی اور عیسائی اقلیت میں ہیں اور ہمارے اپوزیشن کے ممبر حضرات اسمبلی میں موجود نہیں ہے۔ ہمارے جمعیت العلمائے اسلام اب یہ زور بھی لگا رہے ہیں کہ ذکریوں کو بھی اقلیت میں شامل کیا جائے یا ان کو اقلیت قرار دیا جائے۔ جب کہ جناب اسپیکر وہ ہزار رہا سال سے اس سرزمین کے باشندے ہیں اور جن کا رہنا سہنا جن کی شادی بیاہ۔ موت زیست حسن ظن۔ خوشی اور غم ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہیں۔ جناب اسپیکر! جو لوگ بھی سیاسی سماجی فضا کو گندہ زہر آلود کرتا ہے اور جمہوریت کی نفی کرتا ہے اور ہمارے آزادی کی فضا پر ڈورے پڑتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اور ان کو مدرسوں میں برین واش کیا جاتا ہے۔ جناب اسپیکر! اس مادر وطن میں پھر ان سے نفرت تعصب جنم لیتی ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے جب گروھوں کے درمیان تبادلہ نہیں ہوتا پھر وہ ہوتا ہے کہ نفرت پھیلتی ہے اور جو شخص نفرت پھیلاتا ہے وہ لیڈر بن جاتا ہے۔ تبادلہ خیال کی عدم موجودگی آپس میں تعاون کا نمونہ۔ جناب اسپیکر! آخر میں اس جداگانہ طریقہ انتخاب میں یہ ہوتا ہے کہ آپس میں بھائی چارگی نہیں ہوتی۔ اقلیتوں میں نفسیاتی مسئلے جنم لیتے ہیں۔ عدم تحفظ کا شکار ہوتے ہیں اور معاشرے سے الگ تھلگ سمجھتے ہیں اور قومی تعمیر اور ترقی سے دور رہتے ہیں۔ جس سے مجموعی طور پر ہمارے ملک اور معاشرہ اور قومی ترقی پر بہت برے اثرات پڑتے ہیں۔ جناب اسپیکر آپ کا بہت بہت شکریہ

جناب اسپیکر :- حاجی محمد شاہ مردان زئی

حاجی محمد شاہ مردان زئی (وزیر زکوۃ و اوقاف) :- جناب والا! محمد

اکرم صاحب نے بہت تیاری کی ہے بہت لمبی چوڑی تقریر کی ہے شاید کسی نے ان کو تیار کر کے دی یا لکھ دی ہے اور ان کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ لیکن میں اس قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں۔ پاکستان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نام پر بنا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ جناب والا اگر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نام نہیں تھا تو اب تک ہم لوگوں انگریزوں کے غلام ہوتے تھے اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے۔ جناب والا میری تجویز ہے کہ یہ قرارداد کمیٹی کے سپرد کردیں تاکہ ہم بھی تیاری کریں ایسا نہ ہو کہ اس سے اسلام کے جذبات مجروع ہو جائیں یا اس میں ۷۳ء کے آئین کی خلاف ورزی ہو۔ ۷۳ء کے آئین میں قادیانی وہ بھی مسلمان ہو جائیں جن کو ہم نے ظاہر کیا وہ اقلیت ہیں۔ میں یہ گزارش کرتا ہوں آپ اس کو کمیٹی کے سپرد کردیں تاکہ ہم لوگ اس کی تیاری کریں ان کو پتہ نہیں یہ اچانک آگئی ہے اور مجھے پتہ نہیں ہے کہ اس کو تقریر کہاں سے لکھ کر دے دی گئی ہے۔ مجھے ان کی تقریر پر بہت افسوس ہے انہوں نے پاکستان کی بھی مخالفت کی ہے کہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کے نام پر نہیں بنا ہے۔ یہ مسلمانوں کا ملک نہیں ہے ۔ یہ بالکل مسلمانوں کا ملک ہے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان آزاد ہوا تھا ہم نے سارے ملک کو آزادی دیا تھا سارے ہندو سارے سکھ سارے پارسی ہندوستان چلے گئے۔ اگر یہ ملک پاکستان اسلام کے نام پر نہیں بنا تھا تو وہ لوگ ہندوستان نہیں جاتے تھے۔ وہاں کے مسلمان یہاں آئے ہیں کیونکہ انڈیا میں جو مسلمان رہ گئے ہیں وہ وہاں رہ گئے اس وجہ سے ان کی تعداد بہت زیادہ تھی وہ نہیں آسکتے تھے۔ جیسا کہ کشمیر ہے دوسرے جگہوں میں یہاں سے تو غیر مسلم سارے چلے گئے ہیں اور یہاں پر شکر ہے اکثر سارے مسلمان ہیں۔ آپ اس قرارداد کو کمیٹی کے حوالے کریں اس میں مولانا صاحبان بھی ہیں یہ خالص قرارداد ہے ۔ ان کو فتویٰ دینا چاہئے۔ میں تو پھر سے مخالفت کرتا ہوں اس کمیٹی کے پاس لے جائیں اس کے بعد اسمبلی میں لائیں۔ تاکہ ہم بھی تیاری کریں یہ تو مجھے سازش لگ رہی ہے یہ پتہ نہیں کہاں سے آگیا ہے۔ اکرم صاحب کو بھی کسی نے تیار کیا ہے اس کو خود پتہ نہیں تھا۔ ہم نے تیاری نہیں کی پھر بتائیں گے یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا۔ اوریا عیسائی ہندو کے

نام پر۔ ہم نے تیاری نہیں کی۔ مہربانی کرکے اس کو کمیٹی کے سپرد کریں۔ شکریہ

سردار ثناء اللہ خان زہری :- میں بول سکتا ہوں جناب اسپیکر؟

جناب اسپیکر :- جی

سردار ثناء اللہ خان زہری :- جناب اسپیکر! چونکہ یہ ہماری پارٹی کا موقف بھی ہے ویسے بھی ارجن داس صاحب نے بڑی اچھی تقریر کی اکرم صاحب نے بھی تقریر کی۔ ویسے ایک مثال ہے کہ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنا ارجن داس صاحب تو اپنے پاؤں پر خود ہی کہاڑی مار رہا ہے پتہ نہیں ان کا کیا بنے گا۔ بہرحال میں اس قرارداد کی بھرپور حمائیت کرتا ہوں جیسے مردانزئی صاحب نے کہا کہ اسلام کے نام پر یہ ملک بنایا ٹھیک ہے اسلام کے نام پر بنا ہے ہم بھی مسلمان ہیں لیکن جہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ لا الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ۔ ہم محمد کو اپنا نبی مانتے ہیں اور نبی آخرالزمان مانتے ہیں لیکن پاکستان کی جہاں تک بات ہے کہ پاکستان کو یہ نعرہ ضیاء الحق نے دیا اپنے زمانے میں اپنی حکومت کو طول دینے کے لئے اپنے مارشل لاء کو طول دینے کے لئے انہوں نے یہ نعرہ دیا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ اللہ محمد رسول اللہ قائداعظم نے کبھی نہیں کہا لیاقت علی خان نہ کبھی نہیں کہا مولانا محمد علی جوہر تھے انہوں نے کبھی نہیں کہا مولانا شوکت علی نے کبھی نہیں کہا جنہوں نے پاکستان بنایا انہوں نے کبھی نہیں کہا ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان بھی ایک سیکولر اسٹیٹ ہے اور پاکستان جس نام سے بنا ہے وہ بعد میں ہوا ہے لیکن قائداعظم نے کبھی یہ نہیں کہا ہے ہم تو اب بھی پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ سمجھتے ہیں۔ جس طرح ہم انڈیا کو سیکولر اسٹیٹ سمجھتے ہیں۔ عراق کو ہم سیکولر اسٹیٹ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہم پاکستان کو بھی سیکولر اسٹیٹ سمجھتے ہیں۔ اور میں اس قرارداد کی بھرپور حمائیت کرتا ہوں۔ اقلیتی بھائی ہمارے بھائی ہیں ان کو بھی ہمارے ساتھ ووٹ دینے کا حق ہونا چاہئے۔ یہ بھی پاکستانی ہیں جب ایک آدمی اپنے آپ کو پاکستانی کہنے پر فخر محسوس کرتا ہے تو اس کے لئے کیا جداگانہ انتخاب رائج ہونا چاہئے

کیوں ہونا چاہئے ؟ نہیں ہونا چاہئے میں اس کی بھرپور حمایت کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر :- ست رام سنگھ

حاجی محمد شاہ مردان زئی (وزیر زکوۃ و اوقاف) :- جناب اسپیکر جب -------

جناب اسپیکر :- ست رام سنگھ - ست رام --------

حاجی محمد شاہ مردان زئی (وزیر زکوۃ و اوقاف) :- جب پاکستان آزاد نہیں ہوا کوئی بھی مسلمان یا -----

جناب اسپیکر :- آپ تشریف رکھیں حاجی صاحب - ست رام سنگھ

سردار ست رام سنگھ :- جناب اسپیکر! پاکستان کے آئین میں ہم سب کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔ ہم اقلیتیں بھی ملک کی تعمیرو ترقی میں برابر کے حصہ دار اور ہم اس دھرتی کو دھرتی ماتا سمجھتے ہیں۔ جناب اسپیکر! جب ہم اس ملک پاک کے اور دھرتی کے سپوت ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ ہم ایک دوسرے سے جدا ہوں بدقسمتی سے ۱۹۸۵ء سے جو آئین کے اندر تبدیلی لائی گئی جس سے جداگانہ انتخابات معرض وجود میں آئے جس سے ہم اقلیتوں کو سیاسی طور پر جدا کردیا گیا جس سے ہماری سیاسی اہمیت دوسرے اور تیسرے درجے کے شہری کی ہوگئی۔ جس نے ہمیں بہت نقصان دیا ہے لہذا جناب اسپیکر! میں معزز ممبران اسمبلی سے گزارش کروں گا کہ اس قرارداد کو منظور کرکے مرکز کو بھجوائیں ہم پاکستانی ہیں اور پاکستانی رہنا چاہتے ہیں ہمیں تقسیم اور جدا نہ کیا جائے۔ شکریہ

جناب اسپیکر :- مولانا عبدالواسع صاحب

مولانا عبدالواسع :- بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ جناب اسپیکر! معزز اراکین اسمبلی آج جس قرارداد پہ بحث ہو رہی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلام اقلیتوں کے لئے یقیناً

حقوق دیئے ہیں اور ان کی حقوق کی حفاظت اسلام کے اندر موجود ہے۔ لیکن یہ ملک جب معرض وجود آیا تو اس کا مطلب اور اس کا مقصد جیسے حاجی محمد شاہ مردانزئی صاحب نے کہا کہ اس کا مطلب لا الہ اللہ محمد رسول اللہ اور یہ کوئی سیکولر ملک نہیں ہے۔ جیسے سردار صاحب نے فرمایا بلکہ یہ مذہب کے نام پر حاصل کیا گیا ہے لا اللہ کا مقصد یہ ہے کہ ایک مذہبی ملک ہے ایک مذہبی نظام کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس ملک میں رہنا آپ کو اول درجے کے شہری کی حیثیت سے رہنا ہوگا اور یہ اقلیتوں کے حقوق کی تحفظ تو یقیناً کرنا ہوگا لیکن مسلمان اور اقلیت کے درمیان فرق اگر ان کے بھی ہوجائیں جیسا کہ آپ کے الیکشن تو اقلیتی اور مسلمان کے درمیان کوئی فرق پیدا نہیں ہوجاتا ہے کہ یہ ہندو ہے یہ سکھ ہے یہ عیسائی ہے یا مسلمان ہے۔ اس لئے ہم اس قرارداد کی بھرپور مخالفت کرتے ہیں اور اقلیتوں کے یہ کون کس نے اس ملک سے نکالا ہے کہ یہ کہتا ہے کہ ہم پاکستانی ہے ہم بھی یہ مانتے ہیں کہ یہ پاکستانی ہے۔ ان کو تو ہم نے حق دے دیا ہے صوبائی اسمبلی کے لئے بھی ان کی نمائندگی ہے سکھ کے بھی نمائندگی ہے ہندو کے بھی نمائندگی ہے عیسائی کے بھی نمائندگی ہے۔ سب لوگوں کی نمائندگی ہے لیکن اس کو مسلمان کے برابر لانے بلکہ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ پچھلی اسمبلی میں نواز شریف کے دور حکومت میں اسمبلی سے یہ قرارداد بھی پاس ہوئے کہ مذہب کا علیحدہ خانہ ان کے لئے رکھا جائے ہم نے مسلمانوں نے بالکل زور دے دیا لیکن بدقسمتی سے وہ حکومت دباؤ میں آگیا۔ نواز شریف کی کمزور حکومت دباؤ میں آگیا ان کو یہ علیحدہ خانہ ان کے لئے نہیں رکھا گیا۔ لہٰذا میں اس قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں اور یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو موجودہ طریقہ کار ہے اور ان کے حقوق کا جو طریقہ ان کو برقرار رکھا جائے اور یہ قرارداد اسمبلی سے پاس نہ کرایا جائے۔

جناب اسپیکر :- جعفر خان مندوخیل صاحب

جعفر خان مندوخیل (وزیر خزانہ) :- جناب اسپیکر! ارجن داس بگٹی

صاحب کی ایک قرارداد آئی ہے ہماری یہ کوتاہی ہے کہ ہم نے اس پر کوئی study نہیں کی ہے کوئی ورک work نہیں کیا ہے سب سے بڑی بات ہم اپنی کوتاہی تسلیم کرتے ہیں ایک دو ممبران صاحب جو تھوڑا بہت لکھا ہوا ہے انہوں نے پڑھا ہے میرے خیال میں کہ کسی نے تیاری کرکے دی ہوگی یا انہوں نے خود ہی تیاری کی ہوگی۔ لیکن اس قرارداد کے حوالے سے ارجن داس صاحب نے جو باتیں کیں اس کی --- اقلیت کا وہ نمائندہ ہے اس نے جو باتیں کی ہیں میرے خیال میں میری نظر میں وہ اتنی بری نہیں تھی لیکن میرے اپنے ساتھی اکرم بلوچ صاحب نے جو بات کی ہے اس کی میں افسوس اس بات پہ ہوا ہے کہ قیام پاکستان سے آج تک لے کرکے ہر جگہ پہ جہاں اسلام کا نام آتا ہے اس نے افسوس کا اظہار کیا ہے۔ یہ بری بات ہے یہ ملک ہی اسلام کے نام پر حاصل کیئے تھے تاریخی حقائق ہیں پھر بھٹو صاحب نے جو آئین بنایا ہے اس کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا ہے اس کو پھر انہوں نے غلط کہا ہے اس چیز کی میں پر زور مذمت کرتا ہوں۔ غلط بات ہے اگر ہم لوگ ایک جاکر کے سیکولرٹی Secularity میں ہو کر کے یا چند ذکریوں کے ووٹوں کے لئے ہم لوگ ایسی چیزیں لے آئیں میرے خیال میں ہم اپنے مذہب سے تھوڑا دور چلے جاتے ہیں۔ اقلیتوں کو مکمل حقوق ہمارے آئین میں ہمارے مذہب میں Protected ہیں اس وجہ سے جہاں تک ان کو مزید حقوق دینے کے ہیں اس پر میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارے مذہب سے متصادم نہ ہو اور ہمارے آئین سے متصادم نہ ہو تو ہم لوگ اس چیز پر مخالفت نہیں کریں گے اگر ان کو مزید کوئی دیا جائے لیکن اس صورت میں کہ ہم بالکل ہماری کوتاہی ہے کہ ہم بالکل Blank آئے ہیں آپ سے Request ہوگی کہ ہم حقیقتاً اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ہم اس کی یا حمایت کریں یا مخالفت کریں۔ کیونکہ ایک بار مذہبی حوالے سے بھی مولانا صاحب نے تو باتیں کیں۔ کیونکہ وہ عالم ہیں ان کو ہم سے ذرا زیادہ پتہ ہے ہم اس جگہ پر Fully Briefed نہیں ہیں اور دوسرے جگہ پہ پاکستان کے آئین پر بھی اس جگہ پر اس حوالے سے ہم نے نہیں Detail Study نہیں کیا ہے۔ آپ اس قرارداد کو اگر موخر کردیں اور کسی اور دن کے

لئے لے آئیں ہم مکمل تیاری کے ساتھ اس کے لئے آسکتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں ہم حمایت نہیں کرسکتے ہیں۔

جناب اسپیکر :- جی جام یوسف صاحب

جام محمد یوسف (سنیئر وزیر منصوبہ بندی و ترقیات) :- جناب اسپیکر! جس طرح کہ آج مذہب اور اقلیت اور میں صرف اپنی یہ رائے دوں گا مجھے یاد ہے کہ جب ہم نیشنل اسمبلی میں تھے سلیم صاحب بھی ہوں گے جے ڈبلیو پی کے جو اس وقت اپوزیشن کے لیڈر ہیں یہ موشن وہاں پہ اقلیتی نمائندوں نے بھی اٹھایا تھا کہ دوسری درجے کی کاسٹ Cast قرار دیا گیا پاکستان میں Minority کا جی اور اس میں ووٹس Votse بھی ہوئے تھے اور نیشنل اسمبلی نے اس ووٹ Vote میں وہ فیصلہ بھی دیا تھا جو وہ چاہتے تھے وہ نہ ہوسکا کیونکہ اس میں صرف ایک Identity Card کا ایک مسئلہ تھا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ Identity Card میں وہ Clasify کریں کہ یہ کس کاسٹ Cast سے تعلق رکھتا ہے۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ ہندو اور مسلمان اور یہاں پاکستان میں جو رہنے والے میں ہمیشہ کبھی بھی فرق ہم نے دیکھا نہیں ہے۔ کیونکہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھے ہیں اسی رسم و رواج پر چلے ہیں۔ لیکن جس طرح کہ میرے دوست معزز بی این ایم کے اس نے ذکر کیا کہ پاکستان ------ جس طرح ہمارے بی این ایم کے دوست نے ذکر کیا کہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں نہیں آیا۔

I dont go into history of pakistan but I want to define it.

میں جواولوشن تھیوری evolution theory کی وضاحت کر کے بتادوں گا۔ کوئی ایولیشن تھوری جس طرح ویسٹرن فلاسفی میں آرہی ہے اس میں ایک تضاد دیا جاتا ہے۔ لیکن ایک ایولیشن ڈیوائنڈ تھیوری evolution devined theory کی ہے۔ جب آپ اس کا تجزیہ کریں توپاکستان اگربنا ہے۔ اس ڈیوائنڈ تھیوری کے تحت بنا ہے۔ جو چار المیہ ہے اس

اس کے ساتھ پلس

Codification of sovering of Islam you should read it and I should define it what theory it is devine theory you can t challenge it in the divine theory in the process of the history of evolution of state.

میں ریاست کی بات کرتا ہوں جو ریاست بنی ہے۔ میں کسی فرقے کی مخالفت میں نہیں کہتا ہوں۔ بلکہ آپ دیکھیں اس ریاست کے نظام میں اگر پاکستان بانا ہے تو پلس اسلامک پرنسپل اس کے ساتھ اس کو کوئی بھی سیاسی فلاسفی میں چیلنج نہیں کرسکے اور آج بھی میں کہوں گا کوئی فرد اس کی بھی سیاسی فلاسفی چیلنج نہیں کرسکتا اور آج بھی میں کہوں گا کوئی فرد اس کو کریٹسائز criticise نہیں کرسکتا کہ اس ملک کا وجود کس بنیاد پر بنا ہے۔

سردار ثناء اللہ خان زہری (وزیر بلدیات) :- (پوائنٹ آف آرڈر) جناب اسپیکر! جام صاحب ہمارے کولیگ ہیں اور سنیئر منسٹر بھی ہے۔ میں جام صاحب سے یہ درخواست کرونگا کہ جام صاحب وضاحت کریں کہ آیا پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے۔ کیا اسلام میں ہے الیکشن میں دھندلی ہو؟

جناب اسپیکر :- سردار صاحب یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ جام صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔ (شور)

شیخ حاجی جعفر خان مندوخیل (وزیر) :- میں وضاحت کرتا ہوں کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے۔

جناب اسپیکر :- دیگر معزز اراکین سے گزارش ہے کہ وہ بیٹھ جائیں جام صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

جام محمد یوسف (سنیئر وزیر) :- میرے خیال میں سردار صاحب الیکشن

میں دھاندلی کے پراسیس سے ہم سب گزرے ہیں یہ بات نہ کریں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ۱۹۸۸ء میں ضیاء الحق کے دور آئین میں ایمنیڈمنٹ کی گئی اور یہ نظام جو بنا ہے اس آئین کے اندر موجود اور جس طرح بھی بنا غلط یا صحیح۔ اس کو صرف دو تہائی کی اکثریت سے ایکٹفائی کرسکتے ہیں۔ قومی اسمبلی اور ہم چاہے کہ اسمبلی اس کو ایکٹفائیڈ کریں۔ وہ خود مختیار ہے۔ کیونکہ صوبائی اسمبلی جتنے بھی قرارداد پاس کرتے وہ بے معنی چیز ہے آخر میں میں یہ التجا کرونگا کہ اس کو اگر کمیٹی کے سپرد کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ (وزیر تعلیم) :- جناب اسپیکر! بدقسمتی سے جب بھی ہم نے انسان کی حقوق انسانیت اور اشرف مخلوقات کی بات کرتے ہیں تو اس کو شائد ہمارے دوست اور کولیگ اسلام دشمنی اور پاکستان دشمنی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے اور ہم میں سے چاہے جس فلاسفی کے حامی ہوں چاہے جس آئیڈل کو پریچ کریں لیکن ہم اس مسئلے کو سنجیدگی سے کوشش کریں سمجھے صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ اکرم کو کسی نے یہ تقریر تھمادی۔ اس کی جو باتیں تھیں اسکو ضائع کرنے کے لیے اتنا ہی کافی نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس کو جس معیار پر دیکھیں انسانی حقوق کے چارٹر سے ہم سمجھتے ہیں کہ انسانی حقوق کی چارٹر میں کنٹراڈیکشن ہے۔ انسان بلا ترنسل سے۔ ذات سے مذہب سے اگر اس کو ایک جانب ایولیشن کو کوٹ quote کررہے ہیں۔ دوسری جانب سیکولرازم کے نام سننے کے تیار نہیں ایولیشن کیا ہے۔ اگر آپ جینٹک genetice کی بات کرتے ہیں۔ ایولیشن کی بات کرتے ہیں تو اور مزید تلخیاں آئیں گی۔ جس میں ہمیں جانا نہیں چاہیئے۔ اب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں پر اگر کسی نے یہ کہا کہ جی میں سیکولر ہوں بائی فلاسفی بائی تھیوری بائی ٹھاٹ۔ میں ایک سیکولر ہوں بدقسمتی سے یہاں سیکولرازم کو ہم میں سے بہت نے نہیں سمجھا ہے۔ کہ سیکولرازم ہے کیا بلا؟ سیکولرازم کو لادینیت سمجھتے ہیں جو کہ علمی حوالے سے منطقی حوالے سے بالکل غلط ہے۔ سیکولرازم دوسری ٹرمنالوجی terminology ہے لادینیت دوسری ٹرمنالوجی terminology ہے۔ باقی جہاں تک یہ بات ہورہی ہے کہ اگر

آپ ہندو عیسائی کو اقلیت قرار دیں تو اس کا مطلب آپ نے پاکستان کے جو مسلم ہیں۔ تھیوری کو پریکٹیکلی امپلیمنٹ کیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ حقیقت نہیں کہ یہ خود پیداوار ہے۔ ضیاء الحق کی اس شاطرانہ ذہن کی جس نے یہاں انسانوں کو لڑایا۔ پاکستان ۱۹۴۷ء میں بنا ہے۔ اس کے پہلے اسمبلی کی صدارت بھی ایک غیر مسلم نے کی۔ پاکستان کے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج وغیرہ بھی غیر مسلم رہے ہیں۔ ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۸۵ء تک ہمیں یاد آیا ہے۔ اگر ہم ارجن داس کو ہندو نہیں کہتے دوسرے درجے کا شہری ہے۔ ہم نے اس کو سیکالوجیکل اتنا ڈپریس depress کیا ہے کہ اگر ایک آدمی زھری میں بیٹھ کر کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور میں بولڈ ہوں اور اپنا بدلہ لے سکتا ہے۔ اگر اسی طرح ایک زھری میں رہتا ہے اور مذہب کے لحاظ سے ہندو ہے تو لوگ اس کو دن میں دس مرتبہ مارے پیٹے کیونکہ وہ ڈپریس depress آج میرے دوست ارجن داس بیٹھے ہیں وہ ارجن داس بگٹی نہیں جو ایک عام بگٹی ہے۔ اس کو سیکالوجیکل psycoligical طور پر آپ کو یہاں کوئی حق نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک انسانی سوال ہے۔ جناب والا! میں اس ایوان کے سامنے واضح طور پر رکھ دونگا کہ اگر پاکستان کی ترقی چاہتے ہو اور پاکستان میں بھائی چارے کی فضا رکھنا چاہتے ہوں تو آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ آپ کو معاشرے کے جو حساس مسائل ہیں ان پر بولنا پڑے گا۔ آج ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر میں کہوں کہ ذوالفقار علی بھٹو نے اسلام کے نام کو استعمال کرکے اس نے بہت سے پھڈے کئے ہیں تو میرے کچھ دوست شائد یہ سمجھتے ہیں کہ جی اس طرح نہیں یا ضیاء الحق کے وہ شیطانی ذہن کے پیداوار ہے آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو تقسیم کیا ہے اور تقسیم کرنے کی جانب مزید جارہے ہیں ہم کہتے ہیں کہ خدا کے لئے اگر ہم اس ریاست کو بچانا چاہتے ہیں اور اس کی ترقی چاہتے ہیں تو ہم انسانوں کو برابری کا درجہ دیں تو ہم سمجھتے ہیں اس وقت اس کو انسانی حوالے سے دیکھیں اس کو جمہوری حوالے سے دیکھیں ہم کہتے ہیں کہ اقلیتوں کے ساتھ زیادتی ہورہی ہے۔ جمہوریت میں سب برابر ہیں۔ اسپیکر صاحب! ہم جس نظام کو پارلیمانی نظام کہتے ہیں۔ پارلیمانی جمہوریت کی ڈیفنشین defination کسی بھی

Govt. for the people by the people میں دیکھیں تو اس میں Bookes تو اس کا مطلب ہے میں اور ارجن داس برابر ہے مجھے اس پر کوئی اولیت حاصل نہیں۔ وہ مجھ سے ایمفیریر imferior نہیں کیونکہ باقی جگہوں پر اس طرح ہے کیا ہندوستان میں مسلمانوں کو یہ حق نہیں۔ کہ ایک ہندو کے ساتھ برابری کا دعویٰ کریں یا کسی دوسرے مسلم مالک اور ڈیموکریٹ ممالک میں یورپین ممالک ہیں۔ وہاں تو لندن میں بھی مسلمان بہت کم ہیں۔ یا دوسرے ممالک میں وہ تو ان کو اس طرح ٹریٹ نہیں کرتے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کو نیگٹیو Negative نہ لیں یہ ایک حق ہے ہر ایک کا کہ وہ اپنی پارٹی پالیسی کی وضاحت کرے۔ جس طرح میں نے اپنی پارٹی کی پالیسی کو پیش کیا۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ انسان برابر ہے چاہے ارجن داس ہو یا مالک یا کوئی اور ان سب کا حقوق برابر ہیں۔ میرے خیال میں اس قرار داد کو ڈیفر نہیں کرنا چاہے اور نہ ہی اسے کسی کمیٹی کے حوالے کیا جائے ہم اس حمایت کرتے ہیں اسپیکر صاحب اس پر رائے لینی چاہئے پاس ہوگئی تو ٹھیک ہے ورنہ مسترد تو ہوگی۔

محمد ایوب بلیدی (وزیر) :- جناب اسپیکر صاحب! جہاں تک قرارداد کی بات ہے یہ تو نہیں ہے کہ پاکستان کس نظریے کے تحت معروض وجود میں آیا ہے یہاں تو بات ہو رہی ہے کہ جو طریقہ انتخاب ہے یا مخلوط انتخاب ہے قرارداد یہ ہے کہ اگر جو لوگ سمجھتے ہیں کہ جداگانہ طریقہ انتخاب صحیح ہے تو اس کے حق میں اپنا رائے دیدیں اور جو دوست سمجھتے ہیں کہ مخلوط طریقہ انتخاب بہتر ہے وہ اپنا رائے دیدیں لیکن درحقیت آپ لوگ سب جانتے ہیں کہ ۱۹۸۵ء میں جو ترمیم ہوئی اس کو ایک دھوکہ باز نے بذور شمشیر کروایا۔ جنرل ضیاء الحق نے اپنی تلوار رکھی گردنوں کے اوپر کہ اس کو پاس کرو ورنہ آپ لوگوں کی چھٹی تو ہمارے مسلم لیگ کے کچھ دوست مطلب یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک غیر جماعتی بنیادوں پر الیکشن ہوئے تھے اور اسی الیکشن کے تحت جو اسمبلیاں پارلیمنٹ وجود میں آئیں تو اس دور کی پارلیمنٹ کو ہم بوگس سمجھتے ہیں اس کے دھوکوں کو آپ دیکھیں اس نے اسمبلی ڈیزالو dessolve کی اور پتہ

نہیں کیا کیا؟ جب قوم کے سامنے آیئے تو اس نے کہا کہ میں نوے دن کے اندر الیکشن کرواتا ہوں آپ سب لوگوں نے دیکھا کہ اس نے الیکشن نہیں کروائے اس کے بعد اس نے ایک اور ڈرامہ رچایا کہا کہ جی آپ لوگ اسلامی نظام کو مانتے ہیں۔ میرے خیال میں پاکستان کے دس فیصد لوگوں نے ریجیکٹ reject کیا اور اس نے ڈپٹی کمشنرز کے زور پر ٹھپے لگائے پھر بھی پینتالیس فیصد لوگوں نے رائے نہیں دی تو اس نے بعد میں یہ کی کہ جی جنرل محمد ضیاء الحق پانچ سال کے لئے پریذیڈنٹ آف پاکستان بنا یہ آپ سب لوگوں نے دیکھا میرے خیال میں ٹی وی میں جو خطاب کر رہا تھا اس کے چہرے کو دیکھ کے اس کو خود شرم آرہی ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور اس وقت کا اسمبلی بھی بوگس تھا اور اگر اس اسمبلی میں پارٹیوں کے نمائندے ہوتے تو آپ لوگوں کے خیال میں یہ ترمیم ہوسکتی تھی۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کوئی بھی ممبرز جس کا تعلق ایک پارٹی سے ہوتا وہ اس کے حق میں رائے نہیں دیتا۔ لیکن جنرل صاحب نے تلوار رکھا اور یہ کہا کہ جونیجو صاحب یہ کرو ورنہ آپ کی چھٹی وہ بے چارہ مجبور ہوگیا اس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ خدا کے لئے اس کو کرو اور یہ ہوگیا تو یہاں دراصل یہ بات ہوئی کہ کس نظریئے کے تحت پاکستان وجود میں آیا ہے یہاں سرکاری جو مذہب ہے وہ اسلام ہے اس پر نہ اکرم کو اعتراض ہے نہ مجھے اعتراض ہے نہ آپ دوستوں کو اعتراض ہوگا لیکن باقی جو دوست ہے ہندو ہے عیسائی ہے وہ بھی اس ملک کے رہنے والے ہیں۔

حاجی محمد شاہ مردان زئی (وزیر) :- کیا کہہ رہے ہیں؟ سرکاری مذہب نہیں ہے یہ ہمارے مسلمانوں کا مذہب ہے۔

محمد ایوب بلیدی (وزیر) :- پاکستان کا سرکاری مذہب کیا ہے آپ کو پتہ نہیں ہے؟

حاجی محمد شاہ مردان زئی (وزیر) :- یہ سرکاری مذہب نہیں ہے۔ پتہ نہیں ہے اس کو سرکاری سمجھتا ہے یہ ہمارا عقیدہ ہے؟

محمد ایوب بلیدی (وزیر) :- آئین میں لکھا ہے کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔

حاجی محمد شاہ مردان زئی (وزیر) :- ہم اس اسمبلی میں نہیں بیٹھیں گے جس میں اسلام نہ ہو آپ کیا بات کر رہے ہیں اسلام کا پتہ نہیں جناب یہ بھی مسلمانوں کے سیٹ پر آیا ہے ورنہ اس کو یہ سیٹ خالی کرنا پڑے گا۔

ڈاکٹر عبدالمالک (وزیر) :- جناب اسپیکر صاحب! میرے خیال میں اس میں جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو دوست سمجھتے ہیں وہ اپنی موقف کے حوالے سے بات کریں آج بھی جو ہم اپنے پوائنٹ آف ویو point of view کو ہم رکھ رہے ہیں نہ کوئی یہاں پر اسلام کے خلاف بول رہا ہے نہ کوئی یہاں مذہب کے خلاف بول رہا ہے یہ سادہ سی بات ہے یہ قرارداد ہے اس قرارداد کو اسلام کے ساتھ کیوں جوڑ رہے ہیں۔ قرارداد منظور ہے تو ٹھیک ہے منظور نہیں ہے مولانا صاحب کیوں اس بات (شور)

جناب اسپیکر :- مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں آپ سے پہلے اکرم صاحب بول رہے تھے۔

میر محمد اکرم بلوچ (وزیر) :- جناب اسپیکر اسلام میں اقلیتوں کے بارے میں

جناب اسپیکر :- نہیں کیا آپ کا کوئی اعتراض یا وضاحت نہیں آپ تشریف رکھیں اور ایوب صاحب اپنی تقریر ختم کریں پھر اس کے بعد آپ کہیں۔

محمد ایوب بلیدی (وزیر) :- جی ہم نے کہا کہ الحمدللہ ہم سب مسلمان ہیں جہاں تک مذہب کی بات ہے ہمارا بھی مذہب اسلام ہے ہم بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہیں لیکن میں نے یہ کہا کہ ائین میں لکھا ہے کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔

حاجی محمد شاہ مردان زئی (وزیر) :- مسلمانوں کا جذبات مجروح ہو رہا

ہے۔ (شور)

جناب اسپیکر :- حاجی صاحب میری بات سنیں۔

محمد ایوب بلیدی (وزیر) :- جناب میں اپنی بات کمپلیٹ complete کرنا چاہتا ہوں۔

مسٹر جعفر خان مندوخیل (وزیر) :- جناب کلیر ہو کر اس کے اوپر

(شور)

جناب اسپیکر :- آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ آپ تشریف رکھیں۔

(شور)

مسٹر ارجن داس بگٹی :- جناب اسپیکر صاحب! میں معزز ممبران اسمبلی کے سے گزارش کرونگا آپ کے توسط سے میں نے یہ قرارداد جو پیش کی ہے۔ جناب اسپیکر! جداگانہ انتخاب تو ہم سے منسوب ہے جو ہندو اقلیت ہے یا عیسائی اقلیت ہے یا سکھ یا پارسی خدانخواستہ کسی کے جذبات کو مجروح کرنے کے لئے میں ہرگز اس چیز کو پسند نہیں کرونگا

(شور)

جناب اسپیکر :- مولانا صاحب آپ تشریف رکھیے جب ایک معزز رکن بول رہا ہو تو آپ تشریف رکھیں۔

سردار ثناء اللہ زہری (وزیر) :- جناب اسپیکر (پوائنٹ آف آرڈر) کہ اگر ہم یہاں پر کہتے ہیں کہ اس اسٹیٹ کو ملاؤں کے لیے بنایا گیا ہے تو مولانا صاحب کو غصہ نہیں آتا اور جب ہم یہاں پر کہتے ہیں کہ یہاں سارے جتنے پاکستانی ہیں سب کے حقوق برابر ہیں تو مولانا صاحب کو غصہ آرہا ہے (شور)

مولانا عبدالواسع :- یہ تو نہیں کہ ہم سب ایک گھر میں بیٹھ جائیں مسلمان اور

کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے؟ (شور)

جناب اسپیکر :- تمام معزز اراکین سے گزارش ہے کہ وہ اپنی اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں مولانا صاحب آپ اپنی جگہ پر تشریف رکھے بابت صاحب آپ تشریف رکھیں سردار صاحب آپ بھی تشریف رکھیں ہم اس قرارداد پر رائے شماری کرتے ہیں آپ تشریف رکھیں نوابزادہ صاحب آپ بھی اس اسمبلی کے ڈیکورم کا خیال رکھیں۔ آپ اس انداز سے چیئرمین سے مخاطب ہوسکتے اب ہم اس پر رائے شماری کرتے ہیں (شور)

مسٹر عبید اللہ بابت (وزیر) :- جناب اسپیکر آج کل تو سارے بول رہے ہیں نیشنل اسمبلی میں بھی بول رہے ہیں ہم لوگوں کو بھی بولنے دیں۔

جناب اسپیکر :- ہم اس کو نیشنل اسمبلی نہیں بنانا چاہتے ہیں۔ قہار صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔ آپ پڑھ نہیں سکتے ایوب صاحب آپ بھی تشریف رکھیں ورنہ میں اپنے اختیارات استعمال کرونگا۔

(بہت سے آوازیں)

اب آپ لوگ تشریف رکھیں ورنہ میں اپنے اختیارات استعمال کرونگا۔

ڈاکٹر عبدالمالک (وزیر) :- (پوائنٹ آف آرڈر) اگر آپ مجھے سچویشن situation کو انٹرپرائیٹ interprete کررہے ہیں اس کی اگر آپ مجھے اجازت دیدیں۔

جناب اسپیکر :- اب اس پر رائے شماری ہوگی مردانزئی صاحب کے لئے میں یہ کہتا ہوں کہ پاکستانی اسٹیٹ کا مذہب اسلام ہے اس سے آپ کو غصے میں نہیں آنا چاہئے۔

ڈاکٹر عبدالمالک (وزیر) :- اس میں کلیرکٹ لکھا ہوا ہے کہ اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہوگا۔ وہ آپ کے آئین میں ہے (شور)

مولانا عبدالواسع :- ہم تو بھی یہی کہتے ہیں۔ (شور)

جناب اسپیکر :- مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں پلیز (مائیک بند کیا گیا)

جناب اسپیکر :- سوال یہ ہے کہ آیا قرارداد کو منظور کیا جائے؟

جناب وزیر اعلیٰ نواب ذوالفقار علی مگسی :- جناب اسپیکر ایک منٹ! آپ بیٹھ جائیں ذرا۔

جناب اسپیکر :- معزز اراکین سے گزارش ہے قائد ایوان

نواب ذوالفقار علی مگسی (قائد ایوان) :- جناب اسپیکر قرار داد ہمارے اقلیت کے ممبران سردار سترام سنگھ ڈوکی صاحب نے مشترکہ قرار داد تھی میرے خیال میں اگر آپ قرار داد کو پڑھیں میرے خیال میں اس میں تو کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے وہ اقلیت کے ممبر کہتے ہیں کہ جی ہم آپ کے ساتھ مل کر الیکشن لڑنا چاہتے ہیں۔ سیٹیں ان کی جانی والی ہیں ہمیں کیا نقصان ہو رہا ہے کہ ہم بیٹھ کر کے مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں؟ ان کے کہنے پر چھوٹی سی بات ہے انہوں نے کہہ دی سب ہم آپس میں لڑ پڑے اگر وہ لڑنا چاہتے ہیں ہمارے ساتھ الیکشن میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو ہمیں کیا اعتراض ہونا چاہئے؟ ہم ریفر کردیں گے۔ اس معاملے کو اس کو ہم ریفر کرتے ہیں۔ وفاقی حکومت کو کہ جی ہمارے جو اقلیت کے دو تین ممبر صاحبان ہیں انہوں نے سفارش کی ہے کہ جی ہمیں آپ نے ساتھ ملا کر الیکشن میں حصہ لینے دیں تو ہم اس پر بحث اسلام پر سیکولرزم پر پتہ نہیں اس معاملے کو کہاں کہاں اٹھا کے لئے گئے میرے بڑے اچھے ساتھی بھی ہیں مرد انزئی صاحب اس کو تھوڑی دیر پہلے کسی نے بولا کہ جی سرکاری مذہب اسلام ہے تو وہ غصہ ہوگیا ابھی آپ نے کہہ دیا کہ relegion آف اسٹیٹ اسلام ہے تو انہوں نے تاڑی بجانی شروع کردی ابھی تو مجھے سمجھ میں نہیں آرہی کہ اسلام کی بات ہر ہم کیوں اٹھ کر بیٹھ گئے انہوں نے نہ اسلام کی بات کی ہے

نہ مذہب کی بات کی ہے انہوں نے خالی کہا کہ جی ہم آپ کے ساتھ حصہ لینا چاہتے ہیں۔ ۸۵ء سے پہلے ۷۷ء کے الیکشن میں اس سے پہلے حصہ لیتے تھے۔ اگر ان کی مرضی ہے کہ ہمارے ساتھ آجائیں ہم کیوں ان کو دھکیل کر کے باہر نکالیں اپنے آپ سے (ڈیسک بجائے گئے)

جناب اسپیکر :- مختلف تجاویز ہیں جس کے سوال پیش کئے جائیں گے۔

سوال یہ ہے کہ آیا قرارداد کو منظور کیا جائے؟

جو قرارداد کے حق میں ہیں وہ اپنی نشستوں پر کھڑے ہوجائیں۔ سیکریٹری اسمبلی گن لیں۔ تشریف رکھیں۔

(قرارداد منظور کی گئی)

جناب اسپیکر :- قرارداد کو کثرت رائے سے منظور کیا گیا۔

اب اسمبلی کی کارروائی مورخہ ۳ جولائی ۱۹۹۴ء بوقت ۳ بجے سہ پہر تک کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس پانچ بجکر پچاس منٹ سہ پہر مورخہ ۳ جولائی ۱۹۹۴ء (بروز یکشنبہ) تین بجے سہ پہر تک کے لئے ملتوی ہوگیا)